جیون ساتھی کے انتخاب میں جلد بازی نہ کریں

آئیڈیل جیون ساتھی

Ideal Life Partner

رقیہ بٹ

جیون ساتھی کے انتخاب میں جلد بازی نہ کریں

آئیڈیل جیون ساتھی

Ideal Life Partner

نام کتاب ــــــ آئیڈیل جیون ساتھی
ناشر ــــــ شمع بک ایجنسی
سن اشاعت ــــــ فروری 2008ء
پرنٹر ــــــ خالد پرنٹر کراچی
قیمت ــــــ -/25 روپے

اسٹاکسٹ

صابری دارالکتب اردو بازار لاہور
رشید نیوز ایجنسی فریئر مارکیٹ کراچی
اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی
الفتح نیوز ایجنسی مہران مرکز سکھر
انوار بک ڈپو نیم کی چاڑی اردو بازار سکھر

سمجھوتے کا راز

ایک معروف پروفیسر کی رائے میں ہمارے ہاں محبت کی شادی کا تصور مغرب کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ان کی رائے میں ایسے افراد جو اپنی پسند سے جیون ساتھی کا انتخاب کرتے ہیں بذات خود اندر سے کلی طور پر مطمئن نہیں ہوتے کیونکہ ان کی پرورش اس ماحول میں ہوئی ہوتی ہے جہاں خفیہ دوستوں کو قبول نہیں کیا جاتا لہٰذا فطری طور پر ان کے اندر ایک غلط قدم اٹھانے کا احساس موجود رہتا ہے۔وہ خود سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کا یہ عمل معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن چونکہ جذبات کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہوتی ہے، اس لئے وہ کسی کی بات سننے پر تیار نہیں ہوتے۔

پروفیسر کی رائے میں محبت کی اکثر شادیاں ناکامی سے دوچار ہوتی ہیں اور جو بظاہر کامیاب نظر آ رہی ہوتی ہیں ان کے پیچھے بھی ایک سمجھوتے کا راز چھپا ہوتا ہے چونکہ دونوں افراد اپنے اس عمل کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے ایک دوسرے کی ناپسندیدہ باتوں کو بھی برداشت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

آئیڈیل شریک حیات

خوب سے خوب تر کی تلاش

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو شادی وہ اہم فریضہ ہے جو مذہب، قانون اور معاشرتی معیارات کی روشنی میں مرد و عورت کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر کے ایک دوسرے کا شریک حیات بنا دیتا ہے۔ پاکستان میں لڑکے لڑکیوں کے مناسب رشتے ملنے کا مسئلہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے، اس مسئلے میں امیر غریب والدین سب ہی پریشان ہیں۔ ایسے عموماً لڑکوں اور خصوصاً لڑکیوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی ہے جو شادی کی عمر سے گزر چکے ہیں۔ اس کی وجہ بیروزگاری، جہیز، اقتصادی ناہمواریاں اور گھریلو حالات، بڑھتے ہوئے فرسودہ رسم و رواج اور دیگر وجوہات ہیں۔ اس ضمن میں خوب سے خوب تر کی تلاش بھی شادیوں کے مسائل میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ شادی کے فریضہ کی ادائیگی سے پہلے شریک حیات ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہونے کے باعث اسلامی اقدار، اسلامی ثقافت اور اسلامی روایات کا نمائندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم پاکستانی معاشرے میں شریک حیات کا انتخاب زیادہ تر والدین ہی کرتے ہیں یا پھر لڑکا خود اپنے لئے لڑکی منتخب کرتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں کچھ عرصے پہلے والدین اپنے بچوں کی شادیاں زیادہ تر اپنے ہی

رشتہ داروں یا ذات برادری میں کرتے تھے۔ لیکن آج کل تعلیم اور آمدنی میں فرق کی بنا پر والدین آپس میں رشتے طے کرنے کے بجائے اپنے برابر کے لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ موجودہ دور نمائشی دور ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں نمود و نمائش ایک "فیشن" بن گیا ہے۔ رشتہ طے کرنے سے قبل لڑکی کی نمائش بھی اسی نمائشی دور میں فیشن بن چکا ہے۔ جس میں خود لڑکے اور لڑکوں کے والدین لڑکی کی شرافت، اخلاق، سلیقہ مندی اور حسن سیرت کے بجائے گوری رنگت، دراز قدم، دبلی پتلی، نازک اندام اور خوب صورت لڑکیوں کے رشتے پسند کرتے ہیں جبکہ یہ خوبی ہر لڑکی میں موجود نہیں ہوتی اور یوں معاشرے کی بے شمار لڑکیاں لڑکوں کے والدین کے سامنے نمائش کے بعد رد کر دی جاتی ہیں۔ رد ہو جانے والی اکثر لڑکیاں نفسیاتی مسائل کا شکار بھی ہو جاتی ہیں اور بعض احساس کمتری میں مبتلا ہو کر رہ جاتی ہیں۔ رد کرنے والوں میں کبھی والدین ہوتے ہیں اور کبھی خود لڑکا شامل ہوتا ہے۔ دوسری طرف لڑکیوں کے والدین بھی اکثر اوقات لڑکے کو مسترد کر دیتے ہیں۔ عموماً لڑکیوں کے والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی بیٹیاں بڑے گھرانوں میں بیاہی جائیں اور ان کے لئے ڈاکٹر، انجینئر، بزنس مین، آرمی، بینک آفیسر، گورنمنٹ آفیسر، سی اے، ایم بی اے کا رشتہ مل جائے جبکہ ان کی بیٹیاں زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں ہوتیں۔ یعنی دونوں طرف ہی اپنا اپنا معیار ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکا خود لڑکی کا انتخاب کر لیتا ہے تو والدین کا فرمان جاری ہوتا ہے "یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، تمہاری شادی ہماری مرضی سے ہوگی۔" "مگر میری پسند کا آپ کو کوئی خیال نہیں۔ میری زندگی کا اتنا اہم

فیصلہ آپ میری مرضی کے بغیر کیسے کر سکتے ہیں؟" یہ آواز لڑکے کی ہوتی ہے اور عموماً والدین یہ کہہ کر اپنا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں "یہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے ہم تمہارے بارے میں تم سے بہتر سوچتے ہیں۔"

شادی کے لئے اخلاقی، معاشرتی، تہذیبی اور قانونی حدود

اس قسم کی گفتگو اکثر گھرانوں میں ہوتی ہے اس میں اولاد اپنی پسند کی شادی پر بضد ہوتی ہے جبکہ والدین یہ حق اپنے پاس رکھنے کے متمنی ہوتے ہیں اور یہاں سے شادی جیسے نازک اور حساس مسئلہ پر اختلافات کا ایک باب کھل جاتا ہے جو ہنستے بستے گھروں میں اکثر تلخی گھول دیتا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر شادی کس کی پسند سے کی جائے؟ شادی اولاد کی پسند اور رضا مندی سے کی جائے یا والدین اولاد کی شادی اپنی مرضی سے کریں؟ ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ ہے۔ جس کی اپنی تہذیب و ثقافت ہے جس کی کچھ حدود و قیود اور پابندیاں ہیں۔ جہاں اسلام نے لڑکے اور لڑکی کو اپنی رضا مندی کے ساتھ شادی کی اجازت دی ہے وہیں یہ حق استعمال کرنے کے لئے معاشرتی، قانونی، تہذیبی اور اخلاقی حدود بھی متعین کی ہیں اور اس کا بہتر استعمال وہ صرف والدین کے تعاون سے ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا! والدین کو بھی چاہئے کہ اپنی اولاد کو خود موقع دیں کہ وہ آئندہ زندگی کا فیصلہ اپنی مرضی اور ان کی راہنمائی سے کریں۔ رشتے تو والدین ہی طے کریں گے مگر رشتے طے کرنے سے پہلے اولاد کی پسند بھی ضرور معلوم کریں اور شادی سے پہلے ایک نظر دونوں کو ایک دوسرے کو ضرور دیکھ اور سمجھ لینا چاہئے۔ لڑکے اور لڑکی کو اپنی

پسند اور ناپسند کا اظہار اپنے والدین کے سامنے کر دینا چاہئے تاہم والدین کو بھی
ان کی مرضی کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

جیون ساتھی کے لئے بلند کردار کا مالک ہونا ضروری ہے۔

شوہر اور بیوی کا رشتہ نہایت حساس، نازک، خوب صورت اور پائیدار
ترین رشتہ ہوتا ہے۔ ایسا رشتہ جس کا تقدس ہر مذہب، ہر آئین اور ہر ملت نے
قبول کیا ہے اسلام نے اس رشتے کو "ایک دوسرے کے لباس" سے تشبیہ دے کر
بے حد خوب صورت اور حساس و جذباتی رشتہ بنا دیا ہے۔ ازدواجی زندگی کا تصور
مرد اور عورت دونوں کے لئے بڑا دلکش کیف آفریں اور رنگین ہوتا ہے۔ شادی
جیسا اہم فیصلہ کرتے وقت ہر باشعور فرد خود یہ سوال کرتا ہے کہ وہ اپنے لئے کیسا
شریک زندگی چاہتا ہے؟ (اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں) عموماً اس کا
جواب یہ آتا ہے "ایسا جیون ساتھی جو مجھ سے سچی محبت اور ہمدردی رکھتا ہو، جو
صرف اپنے جذبات کی تسکین نہ چاہتا ہو بلکہ میری آسودگی کا خیال بھی رکھ سکے،
جو صرف اچھے لمحات میں میرا ساتھ نہ دے بلکہ کٹھن لمحات میں بھی میرا مددگار ہو
جو مایوسیوں کی تاریکیوں میں اپنی ہمت اور تعاون سے میرے وجود کو سہارا دے
سکے۔ میرا جیون ساتھی بلند کردار کا مالک ہو اور وہ مجھ میں بھی کردار کی بلندی
دیکھنے کا متمنی ہو۔ جو ساتھی بھی ہو راہنما بھی ہو۔" اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں
کہ پیکر حسن و وفا ہر نوجوان لڑکا اور لڑکی کا آئیڈیل ہوتا ہے اس کی اضافی خوبیاں
لمبی سی کار، بہت سی ڈگریاں، اعلیٰ عہدہ اور عمدہ سماجی حیثیت وغیرہ وغیرہ ہیں۔
آئیڈیل وقت کے ساتھ ساتھ خیابان زیست میں ہر لمحہ ساتھ رہتا ہے۔

آئیڈیل شریک حیات سے مراد یہ ہے کہ دوسرا ساتھی آپ کے لئے آئیڈیل ہو آپ چاہے اس کے لئے آئیڈیل ہوں یا نہ ہوں، کیا ایسا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، یہ تو Giveand Take والا معاملہ ہے۔ آئیڈیل وہ ہستی ہوتی ہے جو ہر حال میں پیاری اور عزیز ہوتی ہے اس ہستی کے لئے کسی فرد کے جذبات شاہراہ حیات پر وفا کے منتظر رہتے ہیں لیکن ایسا عموماً ناممکن ہوتا ہے کہ آئیڈیل مل ہی جائے کیونکہ آئیڈیل بزم تخیل کا خوب صورت خواب ہے جبکہ عملی زندگی تخیلاتی زندگی سے یکسر مختلف ہوتی ہے، زندگی کی ابتدا بڑے دلکش اور لطیف لمحات سے ہوتی ہے لیکن ابتدا کے سنہری اور ہنگامہ خیز ایام جیسے ہی ختم ہوتے ہیں زندگی خوابوں اور تصورات کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی ٹھوس راہوں پر گامزن ہو جاتی ہے۔ یعنی نکاح کے بندھن کے ساتھ ہی ایک نئی منزل کا آغاز ہو جاتا ہے۔ آئیڈیل کا مل جانا اور نہ ملنا بھی ہمارے معاشرے میں ایک گھمبیر مسئلہ کی صورت میں اپنے اثرات دکھا رہا ہے۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی اپنے آئیڈیل میں جو خوبیاں، اوصاف اور مرتبہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ تمام ایک ہی شخصیت میں ملنا ناممکن ہوتا ہے اور اس کا سبب سماجی مسائل بھی ہیں۔ مثلاً ایک خوب صورت اسمارٹ اور تعلیم یافتہ نوجوان بے روزگار اور بے ہنر ہے تو ایسی صورت میں آئیڈیل ہونے کے باوجود آئیڈیل نہیں بنتا یعنی والدین اپنی بیٹی کا رشتہ ایسے نوجوان کو ہرگز نہیں دیتے۔ یا اگر دوسری صورت میں سوشل اسٹیٹس ہونے کے باوجود شکل و صورت کے اعتبار سے بھی اچھا ہو لیکن مزاج مرضی کے مطابق نہ ہو تو زندگی جہنم بن سکتی ہے۔ اسی طرح ایک لڑکے کا آئیڈیل ایک ایسی

لڑکی ہوتی ہے جس کی رنگت گوری، دراز قد، تعلیم یافتہ، نو عمر بھی ہو اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی نو عمر بھی ہو اور تعلیم ایم اے ہونا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگر آئیڈیل مل بھی جائے تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرا ساتھی آئیڈیل نہ ملنے کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے۔ آئیڈیل کا نہ ملنا اپنے لئے یا اپنے شریک سفر کے لئے مسئلہ نہیں بنانا چاہئے انسان کے خدوخال، شکل و جسم سب کچھ قدرت کی طرف سے تشکیل پاتے ہیں جبکہ شخصیت کے مثبت اور منفی پہلو انسانی ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔

آئیڈیل نہ ملنے کی صورت میں بھی گزارہ ممکن ہے

باہمی افہام و تفہیم کے بغیر بھی سینکڑوں گھرانے کامیاب زندگی گزار رہے ہیں اور ایسی فضا میں صبر و ضبط و قناعت بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں گو کہ مستقل طور پر مسلسل ذہنی کرب اور سماجی جبر ہزاروں مردوں اور عورتوں کو ذہنی تناؤ کا شکار بھی بنا چکا ہے۔ لیکن پھر بھی آئیڈیل نہ ملنے کی صورت میں بھی گزارہ ممکن ہے۔ بشرطیکہ مرد اور عورت دونوں ہی اپنے بندھن کو قدرت کی متعین کردہ حدود کے مطابق برقرار رکھیں۔ شادی بظاہر تو انسانی رشتوں کی وسعت کا ایک ذریعہ ہے لیکن عملی زندگی میں بات کچھ اور ہوتی ہے۔ شادی کے بعد جب شوہر اور بیوی ایک نئی عملی زندگی کی ابتدا کرتے ہیں تو ان کو احساس ہوتا ہے کہ زندگی محدود ہو گئی ہے۔ اس کی وسعتیں صرف میاں بیوی کی زندگی تک محدود ہیں۔ اس پہلو کو نیا شادی شدہ جوڑا عنوان شباب کے ہنگامی اور ولولہ انگیز دور میں بالکل ہی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ شادی کے بعد بھی ان کو وہی بے پروا

جذباتی زندگی کا لطف اور وہی محبت کی پرسکون اور بے فکر دنیا میسر رہے گی لیکن شادی کے بعد صورت حال بالکل تبدیل نظر آتی ہے اور ان کی تمام تر توجہ ایک دوسرے کے احساسات اور ایک دوسرے کی ضروریات کو محسوس کرنے اور سمجھنے کی پابند ہو جاتی ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب اس نئے نویلے جوڑے کو اس راہ کا تعین کرنا پڑتا ہے جو ان کی ازدواجی زندگی کو آسان روی کے ساتھ خوشگوار منزل کی طرف گامزن رکھے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس پہلو کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ اس وقت تو ایک دوسرے سے پردہ پوشی کرنے میں مصروف رہتے ہیں چونکہ ازدواجی زندگی صرف حسین تصورات کی نہیں حقائق و مسائل کی زندگی ہوتی ہے۔ اگر وہ اس رویے کو اختیار کرتے ہیں تو مسائل کا شکار ہو جائیں گے۔ میاں بیوی دانستہ بہت سی باتوں اور مسائل کو اپنے تک ہی محدود رکھ سکتے ہیں یا بہت ہمت کر کے ایک دوسرے کو تمام حقائق سے مطلع اور باخبر بھی کر سکتے ہیں تاکہ دونوں شریک زندگی مل کر کوئی مناسب حل تلاش کر سکیں۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ شوہر اپنے ذاتی مسائل بیوی سے پوشیدہ رکھتا ہے اور بیوی اپنی پریشانیاں اور تفکرات شوہر سے چھپاتی ہے کہ کہیں وہ بلا وجہ پریشان نہ ہو جائیں۔

باہمی تعلقات کو استوار کر کے حقیقت پسندی سے کام لیجئے

میاں بیوی جتنا زیادہ ایک دوسرے سے پردہ پوشی کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ دونوں کے درمیان خلیج پیدا ہوتی جاتی ہے اور ان حالات میں ذہنی آسودگی کے بجائے ذہنی انتشار بڑھ جاتا ہے۔ جو یقینی طور پر کشیدگی کا باعث بھی بن جاتا ہے

جبکہ اس کے برعکس دوسرا طریقہ کم از کم ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے پر اطمینان کرنے اور باہمی مفاہمت اور غور و فکر کے ذریعے اپنے مسائل کو سنبھالنے کا موقع دیتا ہے اس طریقے پر عمل پیرا ہو کر باہمی تعلقات کو استوار کرتے ہیں لیکن اگر ان کی محبت کا انحصار صرف تصوراتی دلکشی پر ہے تو وہ دونوں حقیقت سے دور رہنا پسند کریں گے کیونکہ ایسی محبت کے لئے حقیقت پسندی تباہ کن ثابت ہوگی۔ کئی لوگ "آئیڈیل" کی تلاش میں ساری عمر گزار دیتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں اور کئی لوگ چند اصولوں کے تحت زندگی گزارتے ہیں اور اپنی زندگی کو "آئیڈیل" بنا لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں بجائے دوسروں میں اپنا آئیڈیل تلاش کرنے کے خود کو آئیڈیل بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

جب ہم اپنے آپ کو آئیڈیل بنالیں گے تو خود بخود "آئیڈیل شریک حیات" وجود میں آجائے گا۔ خصوصاً نوعمر اور نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اپنی شخصیت و کردار کو مضبوط اور خوب صورت بنانے کی بھرپور کوشش کریں۔ اپنا آئیڈیل بنانے سے پہلے خود اپنے آپ پر ایک طائرانہ نظر ضرور ڈال دیں اور اپنے محبوب یا محبوبہ میں ہرگز اس خوبی یا اوصاف کی خواہش نہ کریں جو خود میں موجود نہ ہو۔ اگر وہ اپنے آئیڈیل میں اپنی پسندیدہ خوبیاں اور اوصاف دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے وہ چیز خود اپنی ذات میں پیدا کریں تاکہ دوسرا فریق بھی انہیں اپنا آئیڈیل تصور کر سکے۔ ورنہ دوسری صورت میں اپنا آئیڈیل اپنے لئے مصیبت نہ بنالیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو جسے وہ تلاش کرتے ہی رہ جائیں اور پھر ان کی مایوسی کی صورت میں ناکام زندگی کا منہ دیکھنا پڑے۔

بلکہ انتہائی صبر وضبط کے ساتھ اپنی زندگی کے اصولوں کا تعین کریں۔ محبت اور رقابت کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے ہم جس کو پسند کر رہے ہیں وہ ہمیں نا پسند کرتا ہو۔ اگر کسی کو خوش نصیبی سے اس کا آئیڈیل شریک حیات مل بھی جائے اور اس کی رسائی بھی ہو جائے تو بھی اس موقع پر اعتدال کی راہ اختیار کرنا چاہئے۔ لڑکے کے والدین اور خود لڑکا ظاہری خوب صورتی کے بجائے لڑکی کی شرافت، نیک سیرت اور خوش اخلاقی کو اولیت دیں اسی طرح لڑکی اور اس کے والدین بھی لڑکے میں شرافت اور خودداری وخود اعتمادی جیسے جواہر کو اہمیت دیں تو لڑکے اور لڑکی کو ان کا آئیڈیل تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ کیونکہ ہر لڑکا اور لڑکی ایک آئیڈیل ہوگا۔

جیون ساتھی کیسا ہو؟

آپ کا شوہر یا منگیتر کیا آپ کے لئے بہترین ثابت ہو گا؟ اگر آپ اس کوئز میں دیئے گئے سوالوں کا جواب ایمانداری سے دیں تو آپ کو صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

خوبیاں

☆ وہ آپ کے دوستوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتا ہے۔

☆ وہ آپ کی سالگرہ کے دن ناراض سا رہتا ہے۔

☆ وہ آپ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے۔

☆ پبلک میں آپ کے ساتھ کسی بات پر بحث نہیں کرتا۔

☆ جب آپ دونوں اکیلے ہوتے ہیں تو وہ آپ سے محبت جتاتا ہے۔

☆ وہ اپنے پروبلم، اپنی خواہشات، ڈر اور آفس کے قصے بیان کرتا ہے۔

☆ کیا وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کا دن کیسا گزرا؟

☆ اگر آپ اسے شاپنگ پر ساتھ لے جانا چاہیں تو وہ چوں چراں نہیں کرتا۔

☆ وہ آپ کو اکثر کہتا ہے کہ اسے آپ سے محبت ہے۔

☆ کبھی شہر سے باہر جائے تو محبت بھرے خط لکھتا ہے۔

☆ اسے مرد اور خواتین سب ہی بہت پسند کرتے ہیں۔

☆ وہ خود بھی صاف ستھرا ہے اور گھر بھی صاف چاہتا ہے۔

☆ آپ کے علاوہ اس کی زندگی میں اور کوئی عورت نہیں۔

خامیاں

☆ وہ آپ کے سامنے دوسری عورتوں سے فلرٹ کرتا ہے۔

☆ اگر اسے دیر سے گھر لوٹنا ہو تو وہ آپ کو فون کر کے اطلاع نہیں کرتا۔

☆ وہ آپ کا مقابلہ ہر وقت اپنی والدہ سے کرتا ہے۔

☆ وہ لوگوں میں آپ پر تنقید کرتا ہے۔

☆ اس کا مزاج بہت سخت ہے۔

☆ وہ ہر وقت اپنی ہی تعریفیں کرتا رہتا ہے۔

☆ وہ اپنی غلطیوں کو کبھی نہیں مانتا۔

☆ وہ آپ کے تمام خطوط پڑھتا ہے۔

☆ وہ آپ سے حسد کرتا ہے۔

☆ جب آپ کسی خاص مسئلے پر بحث کرنا چاہیں تو وہ انکار کر دیتا ہے۔

☆ وہ گالیاں بکتا ہے جبکہ اسے اس بات کا علم ہے کہ آپ یہ برداشت نہیں کر سکتیں۔

☆ وہ آپ کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے۔

☆ تمام پوائنٹ جمع کرلیں۔ پھر خوبیوں کے پوائنٹ خامیوں سے نکال دیں اسکور 5.5 ہے تو تب اس کے لئے یہ وارننگ ہے اگر 6.10 ہے تو اتنا برا نہیں 16.20 تک ہے تو وہ ایک مثالی شوہر ہے اگر اسکور 26.30 ہے تو بہترین شخص ہے اسے ہاتھ سے نہ گنوائیں۔

اسکور چاہے کچھ بھی ہو۔ ہر عورت کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس کا شوہر کیسا انسان ہے۔ آپ کی بیوی یا منگیتر آپ کے لئے بہترین خاتون ہے آپ اس کوئز کو حل کریں ایمانداری شرط ہے۔

خوبیاں

☆ وہ آپ کے دوستوں کے سامنے ناراضگی کا اظہار نہیں کرتی۔

☆ اسے آپ کی سالگرہ کا دن یاد رہتا ہے۔

☆ آپ کو اپنے کپڑے وقت پر تیار ملتے ہیں۔

☆ وہ بات بات پر بحث نہیں کرتی۔

☆ آپ سے کوئی بات نہیں کرتی۔

☆ آپ سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔

☆ آپ کی تمام شاپنگ خود کرتی ہے۔

☆ شہر سے باہر جائے تو ہر روز فون کر کے حال پوچھتی ہے۔

☆ ہر وقت سسرال کی برائیاں نہیں کرتی۔

☆ فضول خرچی نہیں کرتی۔

☆ آپ کی تنخواہ میں ہی گزارہ کرتی ہے۔ زیادہ روپے کا تقاضہ نہیں کرتی۔

☆ وہ گھر کو بے حد صاف ستھرا رکھتی ہے۔

خامیاں

☆ وہ ہر وقت آپ پر شک کرتی ہے۔

☆ اگر اسے کبھی کوئی مشکل پڑے تو آپ سے ذکر نہیں کرتی۔

☆ وہ ہر وقت آپ کی والدہ اور بہنوں کی برائیاں کرتی ہے۔

☆ وہ ہر وقت آپ پر تنقید کرتی ہے۔

☆ وہ ہر وقت جلی کٹی باتیں کرتی رہتی ہے۔

☆ آپ کی جیب سے روپے نکالتی ہے۔

☆ آپ کی کسی بات سے متفق نہیں ہوتی۔

☆ آپ کے رشتہ داروں کی خاطر اچھی طرح نہیں کرتی۔

انٹرنیٹ کے ذریعے جیون ساتھی کی تلاش

سلمٰی کی عمر 30 سال ہے۔ وہ لندن میں پیدا ہونے والی پاکستانی نژاد شہری ہیں۔ سلمٰی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ایک ادارے میں اچھے عہدے پر فائز ہیں۔ ان کی سماجی زندگی مصروفیتوں سے پر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے شوق کی تسکین کے لئے آرٹ گیلریز جانے کے لئے وقت نکال لیتی ہیں اور حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے باقاعدگی سے اخبارات کا مطالبہ اور ٹی وی کے نیوز چینل بھی دیکھتی رہتی ہیں۔ انہیں اپنی زندگی سے بہت محبت ہے اور ان کی خواہش ہے کہ مختصر سی زندگی میں وہ تمام اہداف حاصل کرلیں جن کے بارے میں سوچتی رہتی ہیں۔ پرآسائش زندگی، ملازمت میں اعلیٰ ترین عہدے تک پہنچنا اور سب سے بڑھ کر خوش گوار ازدواجی زندگی اور اپنے بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت تلے مطمئن زندگی بسر کرنا ان کی خواہشوں میں سب سے پہلی سیڑھی پر ہیں۔ سلمٰی غیر شادی شدہ ہیں اور اب وہ عمر کے اس مقام پر ہیں کہ جہاں ایک لڑکی کا گھر بس جانا چاہئے۔ نہ صرف سلمٰی کے والدین بلکہ وہ خود بھی

اپنا گھر بسانے کی خواہشمند ہیں۔ لندن میں پیدائش و پرورش اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے باوجود بھی وہ خالصتاً مشرقی لڑکی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ شادی گھر والوں کی پسند سے ہو اور سو فیصد ارینجڈ میرج ہو۔ اس کے ساتھ لڑکا پاکستانی یا پھر پاکستانی نژاد ضرور ہو تا کہ مشرقی انداز میں زندگی بسر کرنے کی راہ میں انہیں دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

دن گزرتے چلے گئے لیکن سلمیٰ کے لئے ان کے والدین کو کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکا۔ سلمیٰ کا خیال ہے کہ وہ اس سال رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں، چنانچہ انہوں نے والدین کی ناکامی کے بعد اب ''مشرقی شوہر'' کو تلاش کرنے کے لئے جدید ٹیکنالوجی ''انٹرنیٹ'' کا سہارا لیا اور آن لائن رشتے کروانے کے لئے معروف کئی ویب سائٹس سے ان کی ای میل خط و کتابت چل رہی ہے۔

صرف سلمیٰ ہی نہیں بلکہ مغربی ممالک میں پیدا اور پروان چڑھنے والی ہزاروں پاکستانی مسلم لڑکیاں اس مسئلے سے درپیش ہیں اور اب وہ پسند کے رشتوں کے لئے انٹرنیٹ کا سہارا لے رہی ہیں۔ انٹرنیٹ پر رشتوں کی تلاش میں مدد دینے والی ایسی متعدد ویب سائٹس قائم ہو چکی ہیں جو کہ کریڈٹ کارڈ کی مدد سے ادائیگی کے بعد نہ صرف لڑکوں اور لڑکیوں بلکہ ان کے والدین کو بھی پسند کے مطابق داماد یا بہو کی تلاش میں مدد دے رہی ہیں۔ یہ ویب سائٹس کس حد تک لوگوں کی مدد کر سکتی ہیں، اس کا اندازہ اس مثال سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنوری 002ء میں قائم ہونے والی صرف ایک ویب سائٹ کے رجسٹرڈ ارکان کی تعداد 15 ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ یہ ویب سائٹ صرف 14 پاؤنڈ کے

عوض تین ماہ تک آپ کے کوائف اپنی سائٹ پر رکھتی ہے اور ان کے مطابق جب کوئی شخص رجوع کرتا ہے تو اس کی بھیجی ہوئی ای میل کو رجسٹرڈ شخص کے پتے پر بھجوا دیا جاتا ہے۔ جواب کی موصولی کے بعد دونوں فریقین کی انٹرنیٹ پر "چیٹنگ" کروائی جاتی ہے اور یوں وہ ایک دوسرے سے تصاویر یا نہایت ذاتی معلومات کا تبادلہ کر لیتے ہیں۔ اب آگے فریقین کی مرضی ہوتی ہے کہ بات وہ آگے بڑھاتے ہیں یا وہیں ختم کر دیتے ہیں...... سب سے اچھی بات یہ ہے کہ سارا کام آپ گھر بیٹھے کر سکتے ہیں اور اچھے رشتے کے لئے ہونے والی بھاگ دوڑ میں جوتے گھس جانے والی مثال بننے سے بچ جاتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک ویب سائٹ قائم کرنے والے ولید سعید کہتے ہیں "ہم نے رشتوں کی تلاش میں جان ہلکان کرنے والوں کو ایک آسان موقع فراہم کر دیا ہے یوں گھر بیٹھے پسند کا رشتہ مل سکتا ہے۔" ولید مزید بتاتے ہیں۔ "ہم نے فریقین کی شناخت خفیہ رکھنے کا اتنا بہتر انتظام کیا ہے کہ رابطوں کے دوران ساری ای میل پہلے ہم وصول کرتے ہیں اس کے بعد فریق کو بھیجی جاتی ہے۔ البتہ فریقین میں بالمشافہ ملاقات ہو جائے تب ہماری ذمے داری ختم ہو جاتی ہے۔" ولید کہتے ہیں۔ "ہماری ویب سائٹ کی معرفت اب تک متعدد افراد کے رشتے نہ صرف طے ہوئے بلکہ اب ان جوڑوں کے ہاں اولاد بھی ہو چکی ہے۔ ایسے جوڑے اکثر اپنی شادی پر ہمیں مدعو بھی کرتے ہیں۔"

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ لڑکیاں مناسب رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہوتی جا رہی ہیں اور ان کے والدین کا کہنا

ہے کہ اچھے رشتے نہیں مل رہے ہیں۔

پاکستان میں دیکھیں تو ہم رشتوں کے لئے سب سے پہلے اپنے اردگرد دیکھتے ہیں۔ چھوٹے شہروں میں فاصلے کم ہونے کی وجہ سے لوگ عموماً ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اس لئے بھی اکثر لوگ جلد فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ان کے مطلوبہ معیار کا رشتہ موجود ہے یا نہیں۔ مطلوبہ معیار نظر نہ آئے تو والدین یا سرپرست چپ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دوسری طرف بڑے شہروں میں مصروفیت کے باعث لوگوں کا ایک دوسرے سے ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے اور یوں ان کی دنیا بھی محدود ہو جاتی ہے۔ اس طرح ایک لحاظ سے ہمارے بڑے اور چھوٹے شہروں میں مناسب رشتے نہ ملنے کا بنیادی سبب ایک ہی ہے۔ لندن جیسے ترقی یافتہ شہر اور پاکستان کے کسی دور دراز چھوٹے شہر میں رہنے والوں کا مناسب رشتے نہ ملنے کے بارے میں ایک ہی حال ہے۔ اس تناظر میں دیکھیں تو انٹرنیٹ نے پھیلی ہوئی دنیا کو سمیٹ دیا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کے شہریوں نے تو اسے مناسب رشتے تک کے حصول کا ذریعہ بنالیا ہے لیکن ہم اب تک اس سہولت کا اس تناظر میں فائدہ نہیں اٹھا سکے ہیں۔

اگرچہ پاکستان کے اکثر چھوٹے شہر انٹرنیٹ کی سہولت سے محروم ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ملک کے متعدد شہروں تک انٹرنیٹ کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے۔ اب اگر دیکھا جائے تو ہم بھی اس سے بالکل اسی انداز میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں، ضرورت ہے تو صرف اس بات کی ہم بھی دنیا کے بدلتے ہوئے مزاج کو سمجھیں اور جدید ٹیکنالوجی کو اپنے اس اہم معاشرتی مسئلے کو حل کرنے کے لئے استعمال کریں۔

لڑکا، لڑکی کی شناسائی

مرد و زن میں قدرت نے ایک دوسرے کے لئے بہت کشش رکھی ہے۔ ان دونوں کا ایک دوجے کے بغیر گزارا نہیں۔ حالات خواہ کچھ ہوں، مرد و زن کے لئے ایک دوسرے میں دلچسپی لینا اور باہمی انحصار بہت ضروری ہے۔ اسی لئے اب لڑکے لڑکیوں سے دوستی کرنے میں قباحت محسوس نہیں کرتے اور والدین بھی اس صورت حال کے عادی ہو کر رہ گئے ہیں۔ گزرتے ہوئے وقت نے معاشرے میں بہت سی تبدیلیوں کو جنم دیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ لڑکی اور لڑکیوں کا کھلے بندوں ملنا اور خوش گپیوں میں مصروف رہنا معیوب ہے اور ازروئے مذہب بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ مگر اس بات کی گنجائش مذہب نے بھی ضرور رکھی ہے کہ شادی کے لئے لڑکا اور لڑکی دونوں مکمل طور پر راضی ہوں یعنی ایک دوسرے کے لئے رضامندی ظاہر کر چکے ہوں۔ اس صورت میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ آگے چل کر کوئی خاص پیچیدگی پیدا نہیں ہوتی۔

پاکستانی معاشرے میں مخلوط تعلیم کو ہر دور میں معیوب سمجھا گیا ہے اور یہ ہر دور میں موجود بھی رہی ہے۔ اسکول کی سطح پر مخلوط تعلیم کی بنیاد نہیں۔ کالج کی سطح پر اس کی تھوڑی بہت گنجائش موجود ہے مگر یونیورسٹی کی سطح پر مخلوط تعلیم کا بھرپور اہتمام ہے۔

علاوہ ازیں اب دفاتر اور کارخانوں میں لڑکیوں کے کام کرنے کا رجحان بہت تیزی سے پنپ رہا ہے۔ تدریس کے شعبے میں لڑکیاں پہلے ہی موجود ہیں۔ اس سے مرد و زن کے میل جول میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس میں اگرچہ قباحتیں ہیں مگر ایک بہت بڑا فائدہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اس صورت میں "آئیڈیل" کی تلاش میں بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔ دل کو دل سے راہ بنانے میں مدد ملتی ہے اور یوں جیون ساتھی کی تلاش میں مدد ملتی ہے۔ اس سے طبقاتی فرق کو کم کرنے میں بھی مدد مل رہی ہے۔ جب کوئی لڑکا کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے تو ذات پات اور طبقے کا فرق ذہن میں کہیں نہیں ہوتا۔

مگر ایک بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ والدین کی رضامندی ایسے حالات میں حاصل کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ انہیں سمجھانے، منانے اور اپنی پسند کو پسند کرنے پر آمادہ کرنے میں اچھا خاصا وقت بھی لگتا ہے اور محنت بھی صرف ہوتی ہے۔

تو کیا ہمت ہار دی جائے؟

یقیناً اس مسئلے کا یہ حل نہیں۔ اس معاملے میں خاص توجہ دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی بھی مسئلہ خود پیدا ہو اور خود ہی حل بھی ہو جائے۔

کسی بھی مسئلے کے حل کے سلسلے میں آپ کی اپروچ بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کسی سے ایک عرصے سے مل رہی ہوں۔ دلوں میں محبت بھی ہو اور جیون بھر ساتھ نبھانے کا عزم بھی مگر اس ضمن میں آگے بڑھنے کی راہ نظر نہ آ رہی ہو۔ اس صورت میں آپ کیا کریں گی؟

جب کوئی لڑکا کسی لڑکی سے صرف ملاقاتیں اور قسمیں وعدے ہی نہیں کرتا بلکہ اسے گھر لے جانے کا ارادہ بھی ظاہر کرتا ہے اور اسے اپنے والدین سے ملانا بھی چاہتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ سیریس ہے اور بات کو صرف میل جول تک محدود نہیں رکھنا چاہتا بلکہ اسے جیون ساتھی بنانے کی راہ ہموار کرنے کے موڈ میں ہے اور اس سے اس کے خلوص نیت کا پتا چلتا ہے۔ اس صورت میں یہ لازمی امر ہے کہ لڑکی کے دل میں اس کے والدین سے ملنے کی خواہش پیدا ہو۔

عام طور پر ایسے مراحل میں لڑکیوں پر گھبراہٹ سوار ہو جاتی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا طرز عمل ہونا چاہئے۔ نروس ہو جانا ایسے میں قدرے فطری سی بات ہے۔ ایک اجنبی ماحول میں اپنے آپ کو پیش کرنا اور وہاں سب کو متاثر کرنا کوئی ہنسی مذاق نہیں۔ اس کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مواقع پر صرف لڑکی نروس نہیں ہوتی بلکہ لڑکا بھی اپنے ذہن میں قدرے الجھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جس لڑکی کو وہ گھر میں لا رہا ہے وہ اس کے والدین کو پہلی ہی ملاقات میں متاثر کرے۔ اس کے لئے وہ خود بھی مختلف طریقے سے سوچتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ جس لڑکی کو وہ گھر لا رہا ہے وہ گھر والوں کو پسند آ جائے اور سبھی اس سے فری ہو جائیں تاکہ معاملات بہت تیزی سے درست ہو جائیں۔

اس سلسلے میں ویسے تو اور بھی بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ دوست کے گھر جاتے وقت لڑکی کوئی اچھا سا تحفہ لے جائے۔ مثلاً گلدستہ، پرفیوم یا مٹھائی کیک وغیرہ۔ اس سے برف کو پگھلانے میں یعنی بات بنانے میں

خاصی مدد ملتی ہے۔ عام طور پر ایسے مواقع پر بات شروع کرنا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔

ایک اور بات جس کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ لڑکی کو چاہئے کہ اس کے والدین کے بارے میں اپنا ذہن واضح رکھے۔ ویسے تو لڑکا خود بھی اپنے والدین کے بارے میں بتاتا رہتا ہے مگر اس کے خیالات سے مکمل طور پر متاثر ہونا ہرگز ضروری نہیں۔ لڑکی کو چاہئے کہ اس سے والدین کے بارے میں اپنے ذہن میں ایک رائے قائم کرلے اور اس پر قائم رہے۔ اس ضمن میں بہت زیادہ آئیڈیلزم کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ لڑکا اپنے والدین کی عادت کے بارے میں بریف کرے مگر وہ دونوں اس بریفنگ کے برعکس ہوں۔ عام طور پر لڑکے اپنی گرل فرینڈز کو گھر والوں کے بارے میں باقاعدگی سے بریف کرتے رہتے ہیں کیونکہ اس صورت میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر اس لڑکی سے شادی ہو تو وہ گھر والوں کو سمجھنے میں کوئی غلطی نہ کرے۔ یعنی لڑکا اس طرح لڑکی کو نفسیاتی طور پر تیار کرتا رہتا ہے۔ یہ طریقہ غلط تو نہیں مگر لڑکے کو چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے بارے میں بات کرتے ہوئے مثبت یا منفی مبالغہ آرائی سے گریز کرے۔

لڑکے کے والدین سے ملاقات کے موقع پر کیا پہننا چاہئے۔ یہ بھی ایک پریشان کن سوال ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر محتاط رہنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

رسمی طور پر ادا کئے جانے والے تعارفی کلمات کے بعد ہلکی پھلکی گفتگو

شروع کی جا سکتی ہے۔ لڑکی کو ایسے مواقع پر خود اندازہ ہوگا کہ صورت حال اگر مختلف ہو تو اعصاب کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع پر بہت سی لڑکیاں چپ سادھ لیتی ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بات کریں۔

بہت سی لڑکیاں بے ربط سی گفتگو میں بھی لگی رہتی ہیں۔ انہیں یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ اگر وہ کوئی بات نہیں کریں گی تو ان کے بارے میں ناموافق رائے قائم کریں گے۔ کوئی متعین موضوع ذہن میں نہ ہو تب بھی وہ بات کر کے اپنا خوف دور کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح لڑکی کو دشواری ہو رہی ہو اس طرح لڑکے کے گھر والے بھی نروس ہوں، پریشان ہوں۔ ایسے میں گفتگو کرنا بھی ایک عذاب ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نروس ہوئے بغیر دوستانہ ماحول میں صبر و سکون کے ساتھ بات کی جائے۔ ضروری نہیں کہ لڑکے کے گھر والوں کی ہر بات لڑکی کو الجھانے کے لئے ہو۔ ان کے سوال لڑکی کے مزاج کو سمجھنے کے ارادے کے تحت ہو سکتے ہیں۔ پرسکون ہو کر بیٹھنا اور ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا درست ہوتا ہے۔ کسی بھی سوال کا جواب عجلت میں دینے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ایسی ملاقاتوں میں لڑکی خاموشی کا سہارا لے تو لڑکے کے والدین اور گھر کے دیگر افراد کے ذہنوں میں یہ سوچ ابھر سکتی ہے کہ لڑکی ان سے کوئی بات چھپانا چاہتی ہے۔ ہر بات واضح طور پر ہونی چاہئے۔ اس سے ذہن کو واضح رکھنے اور دل و دماغ پر کسی بوجھ کو برداشت کرنے میں مدد ملتی ہے۔

اختلافی امور کے بارے میں بات کرنے سے گریز کرنا بہتر ہے۔ اگر لڑکی متنازعہ فیہ معاملات پر بات کرے گی یا اختلاف ظاہر کرے گی تو لڑکے کے گھر

والوں کی نظروں میں اس کی پوزیشن ڈاؤن ہوگی۔ ساری گفتگو سنجیدہ یا صرف مزاحیہ انداز سے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ لڑکی کو گفتگو کا ہنر نہیں آتا اور اس رائے کو بعد میں تبدیل کرنا اور اپنا امیج بہتر بنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اگر لڑکی صرف ہلکے پھلکے انداز سے ہی ہر بات کا جواب دے تو اس کے بارے میں رائے قائم کی جائے گی کہ وہ کسی معاملے میں سنجیدہ ہونا نہیں جانتی۔ لڑکی کو چاہئے کہ وہ گفتگو کی نوعیت کے لحاظ سے طرزِ عمل اختیار کرے اور جس رنگ میں اس سے پوچھا جائے اسی رنگ میں جواب دے۔ اس صورت میں وہ اپنے آپ کو بہتر طور پر پیش کر سکے گی۔

لڑکی کو چاہئے کہ لڑکے پر تنقید گھر والوں کے سامنے نہ کرے۔ لڑکے میں بہت سی خرابیاں ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لاپرواہ ہو، گھر میں اپنے کپڑے ادھر ادھر پھینک دیتا ہو اور دوسرے بہت سے معاملات میں لاپروائی برتتا ہو اور گھر والے بھی اس بات سے اتفاق کریں مگر یقیناً لڑکی کے منہ سے اپنی اولاد کے بارے میں یہ بات انہیں بہت بری لگے گی اور پھر ان کے ذہن میں یہ خیال بھی جڑ پکڑ سکتا ہے کہ جو لڑکی پہلی ملاقاتوں میں ہی ان کے بیٹے پر صریح تنقید کر رہی ہے وہ شادی کے بعد کون سی قیامت نہیں ڈھائے گی۔ یعنی لڑکی کے حوالے سے ان کے ذہنوں میں شبہات جنم لیں گے اور وہ کسی قدر خوف میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لڑکی کو چاہئے کہ لڑکے پر تنقید کرے مگر اس کے گھر والوں کی موجودگی میں ہرگز نہیں۔

لڑکی کو چاہئے کہ لڑکے کے گھر والوں کے آپس کے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ اگر ان کے مابین کسی بات پر اختلاف ہو تو اپنی رائے دینے سے گریز کرے۔ اگر اس کی رائے کسی ایک فریق میں ہو گی تو دوسرا فریق لازمی طور پر ناراض ہو گا۔ ایسے میں لڑکی ایک نظر میں بھلے ہی اچھی ہو، کسی دوسرے کی نظر میں بری ہو گی۔

اگر کوئی لڑکی اپنے دوست کے گھر والوں سے ملتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھے ہوئے ہے کہ اسے ایسے لڑکے سے شادی کرنی ہے تو پھر ناگزیر ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو غیر متنازعہ ڈھنگ سے پیش کرے۔ اس صورت میں وہ اپنے بارے میں بہتر رائے کے قیام میں مدد دے گی۔ ظاہر ہے کہ لڑکے کے والدین بھی اس بات کو پسند کریں گے کہ جو لڑکی ان کی بہو بننے کی امیدوار ہے اس میں بظاہر کوئی خامی کوئی خرابی نہ ہو۔ اگر اس میں خرابی ہو گی تو ذہنوں میں شبہات جنم لیں گے اور یہ بات کسی طور لڑکی کے حق میں نہیں جائے گی اور یقیناً وہ خود بھی یہ نہیں چاہے گی کہ اس کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کی جائے اور بنے بنائے کھیل کے بگڑنے کا خطرہ پیدا ہو۔

شادی کی موزوں عمر کیا ہے

آج کل لڑکیاں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملازمت کی خواہاں ہوتی ہیں۔
اس وجہ سے شادی کا وقت بڑھ جاتا ہے۔ اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں؟
شادی کے لئے موزوں عمر کیا ہے؟ یہ ہمیشہ ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے۔
دراصل اس کے لئے کوئی لگے بندھے اصول نہیں ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ معیار بدلتے رہتے ہیں

معاشرے میں ہمیشہ یہ فیصلہ بغیر کسی اصول کے ہوتا رہا ہے اور اس میں وقت کی ضروریات اور مجبوریوں کا ہمیشہ دخل رہا ہے۔ اس کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بھی معیار مختلف ہوتے رہے ہیں۔

ایک وقت میں جو مناسب سمجھا جاتا ہے، آج اس سے مختلف ہو سکتا ہے۔
اسی لحاظ سے ایک معاشرے میں جو عمر مناسب ہے، دوسرے معاشرے میں وہ نامناسب ہوتی ہے۔

اب سے ایک نسل پہلے اگر لڑکی کی عمر بیس برس ہو جاتی تو سارے خاندان میں خوف کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ اگر وہ کالج میں تعلیم بھی حاصل کر رہی ہوتی تب بھی والدین کو اس کی شادی کی فکر لاحق رہتی۔ تقریبوں میں بھی لوگ والدین سے شادی کے متعلق سوالات پوچھتے، ان وجوہات سے جلدی میں رشتے طے

ہو جاتے جو کبھی کامیاب اور کبھی ناکام ہوتے۔

آج کل والدین اور خود لڑکی کا رجحان آزاد خیالی کا ہے

موجودہ دور میں حالات اس کے برعکس ہیں۔ پہلے جو باتیں معیوب سمجھی جاتی تھیں، اب وہ فیشن میں شمار کی جاتی ہیں۔ آج لڑکوں کی طرح لڑکیاں بھی اپنے جیون ساتھی کا انتخاب خود کرتی ہیں حالانکہ معاشرے کے مطالبات اب بھی وہی ہیں لیکن خود لڑکی اور اس کے والدین کا رجحان زیادہ آزاد خیالی کا ہے۔ اگر خاندان والوں کے طے کیے ہوئے رشتے کو منظور کرنے کا سوال ہوتا ہے تو لڑکی کے والدین لڑکی کی منظوری بھی ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ زندگی لڑکی کو ہی گزارنی ہے۔ اگر لڑکی راضی نہیں ہے تو اس کے خاندان والے لڑکی پر کسی قسم کا دباؤ ڈالنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔

یہ تو ہوا اس مسئلہ کا مثبت رخ، اب اس کے منفی رخ بھی ہیں جو زیادہ پیچیدہ ہیں۔

شادیوں کا تقدس ناپائیدار ہوتا جا رہا ہے

جو لڑکیاں اب اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہیں وہ دراصل زیادہ آزادی کے پھندے میں پھنستی جا رہی ہیں۔ اگر غور سے مشاہدہ کیا جائے تو وہ شادی، ملازمت، اپنے گھر بار اور خاندانی مسئلوں جیسے نازک فیصلوں کے نشیب و فراز کو نہیں سمجھ سکتی ہیں۔

آج کل لڑکیاں گھریلو زندگی کا آغاز کرنے سے پہلے کچھ ہنر یا تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ وہ اکثر خاندانوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوتے دیکھ کر خاص

طور سے بڑے شہروں میں اس نتیجہ پر پہنچ رہی ہیں کہ شادیوں کا تقدس ناپائیدار ہوتا جارہا ہے۔

اب لڑکیوں کو بھی یہ فکر رہتی ہے کہ وہ معاشرتی طور پر کسی قابل ہوسکیں۔ لڑکے بھی ملازمت پیشہ بیویاں پسند کرتے ہیں چونکہ اس ذریعے سے نہ صرف گھر کی آمدنی بڑھتی ہے بلکہ معاشرے میں بھی وہ پسند کی جاتی ہیں لیکن اسی مرحلے پر یہ نوجوان لڑکے لڑکیوں سے غلطی ہوجاتی ہے اگر ہر عورت خوش رہنا چاہتی ہے تو امنگوں اور گھریلو ذمہ داریوں میں توازن قائم رہتا ہے۔ حالانکہ کوئی پیشہ اختیار کرنا بھی خاندان کے لئے سودمند ثابت ہوتا ہے۔

لڑکی کے لئے اعلیٰ تعلیم ہونا بھی ضروری ہے

کسی زمانے میں خواتین عام طور سے استانی یا نرس ہوسکتی تھیں۔ لیکن اب یہ زمانہ بھی بدل گیا ہے۔ خواتین اعلیٰ سرکاری عہدوں اور بڑے بڑے تجارتی اداروں میں بھی اہم عہدوں پر فائز ہیں اور بخوبی فرائض انجام دے رہی ہیں۔ ملکی سیاست میں بھی ان کی سنی جانے لگی ہے۔ لیکن ان سب کے لئے اعلیٰ تعلیم ہونا بہت ضروری ہے جس میں اکثر گریجویشن کے بعد تین سے پانچ سال لگ جاتے ہیں۔ اس وقت تک اس کی عمر 23 سے 25 برس کی ہوجاتی ہے۔

گھریلو کاموں میں پھنسنے سے پہلے وہ کچھ دن ملازمت کرنا چاہتی ہیں اور ایسے میں ان کی سب سے بڑی فکر یہ ہوتی ہے کہ شادی کے بعد وہ ملازمت نہیں کرسکیں گی، اس وجہ سے شادی ٹلتی رہتی ہے۔ شادی کے بعد وہ جلدی ماں بننا نہیں چاہتیں۔ یہ سب فیصلے ان کی پیشہ ورانہ زندگی میں معاون ثابت ہوسکتے

ہیں لیکن ان کی آئندہ گھریلو زندگی پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

لڑکی کی عمر زیادہ ہو جانے پر انگشت نمائی

لڑکیوں کی دیر سے شادیاں اب عام ہوتی جا رہی ہیں۔ والدین بھی کچھ عرصہ بعد ان کو روز روز کی یاددہانی کرانا چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ انہیں یہ بے سود نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے خاندانوں میں لڑکیوں کو ملازمت کی اجازت نہیں دی جاتی اور عمر آنے پر فوراً شادی کر دی جاتی ہے۔ والدین کو یہ خدشہ بھی رہتا ہے کہ لڑکی کی زیادہ عمر ہو جانے پر خاندان والے ان پر انگشت نمائی کریں گے اور لڑکی بھی بغیر دیکھے سنے لڑکے سے آنکھ بند کر کے شادی کرنے پر راضی نہیں ہوگی۔ موجودہ نسل کے لوگوں کو یہ خیالات فرسودہ نظر آئیں گے لیکن بزرگوں کی تشویش کو بھی یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ معاشرتی سائنسدان اور فلسفی یہ رائے دے رہے ہیں کہ جو خواتین بچوں کو اپنی امنگوں میں رکاوٹ سمجھتی ہیں وہ شادی ہی نہ کریں بلکہ اپنے قدرتی رجحان پر زیادہ توجہ دیں۔ اگر وہ اپنی امنگوں کو دبا کر خانہ داری میں پڑ جائیں گی تو وہ زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے اس سے افسردگی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ شادی شدہ خواتین نے کارنامے انجام دیئے ہوں بلکہ کارنامے انجام دینے والی زیادہ تر خواتین شادی شدہ اور بچوں والی ہی ہیں۔ ان کی زندگی میں حالات کا بھی اثر ہوتا ہے لیکن سمجھدار خواتین ناموافق حالات کو بھی موافق بنا لیتی ہیں۔ 22 سے پچیس برس کی عمر میں شادی اور تیس برس کی عمر تک ایک یا دو بچے بہت مناسب خاندان ہے۔

اب انیتا کی بھی ایک مثال ہے۔ 20 برس کی عمر میں اس کی شادی ہوئی۔ 21 برس کی عمر میں اس کا پہلا بچہ ہوا اور چوبیس برس کی عمر میں دوسرا بچہ۔ اب 32 برس کی عمر میں وہ جز وقتی صحافت کا پیشہ بھی اختیار کئے ہوئے ہے اور معقول آمدنی بھی ہے۔ وہ جز وقتی کام اسی لئے کرتی ہے کہ بچوں کی دیکھ بھال بھی کر سکے اور سب خوش بھی رہیں۔

آج کل لڑکیاں چوبیس سے پچیس کی عمر تک تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں حقیقت ہے کہ اس عمر کو پہنچنے تک وہ کسی نہ کسی مرد کو اپنے لئے پسند کر لیتی ہیں۔ اکثر یہ سلسلہ کچھ عرصہ بعد ختم ہو جاتا ہے لیکن لڑکی کو اس کا صدمہ ضرور ہوتا ہے اور اسی وجہ سے شادی میں اور بھی دیر ہو جاتی ہے۔

ان مسائل کا کوئی حل نہیں ہے لیکن یہ ایک رجحان ضرور ہے۔ ہر خاندان کو اپنی ذاتی، معاشرتی اور جذباتی حالات کے تحت فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ شادی ایک مقدس رشتہ ہے جس کی ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی اہلیت سے حفاظت کرنا ہوتی ہے۔ شادی کا بندھن توڑنا تو آسان ہے لیکن ساتھ قائم رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ ساتھ قائم رکھنے ہی میں خیر و خوبی ہے کیونکہ اس سے ایک خاندان تشکیل پاتا ہے جس میں سب ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ہمدرد ہوتے ہیں۔

عورت کو قدرت نے صرف عورت ہی نہیں بنایا ہے۔ وہ خاندان اور انسانیت کی امین ہے۔ شاید یہی اس کا نصب العین نہیں ہوتا وہ کچھ اور بھی زندگی میں حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اکثر خواتین ملازمت اور کاروبار بھی کرتی ہیں اور خاندان کے لئے ایک اثاثہ ثابت ہوتی ہیں۔ خواتین میں بہت مستقل مزاجی اور

حوصلہ ہوتا ہے۔ وقت پر شادی کرنے اور ماں بننے سے وہ قدرت کے نظام کی
پیروی کرتی ہیں۔

اس سلسلے میں دیگر ضروری مسائل

بعض لوگوں نے اپنے الگ الگ اسٹینڈرڈ بنا رکھے ہیں اور وہ اپنی
زندگیاں اسی ڈپلومیسی یا دہرے نظام کے تحت گزارتے ہیں یہ لوگ کہنے کو تو بہت
ہمدرد اور رحم دل ہوتے ہیں لیکن شادی بیاہ جیسے معاملات میں یہ دولت کو دوسری
تمام چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بنیادی چیز یہ بھی ہوتی ہے کہ
اگر والدین نے غربت کی زندگی گزاری ہو تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد
خوشحال زندگی بسر کرے اس خواہش کے تحت بھی وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان
کے بچوں کے رشتے خوشحال گھرانوں میں ہوں۔

اس سلسلے میں نوجوان لڑکوں کی بہت کم تعداد امیر گھرانوں میں شادی کرنا
چاہتی ہے جبکہ ان کی نسبت لڑکیاں زیادہ امیر گھرانوں میں شادی کی خواہش مند
ہوتی ہیں۔ شادی کے لئے رشتہ چاہے، شادی دفتر کے توسط سے طے کیا جائے یا
ملنے جلنے والوں کی کوشش سے یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ دونوں طرف کے فریقین
گھر والوں کی حیثیت اور ان کی مالی پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہیں اگر یہ کہا جائے تو
غلط نہ ہوگا کہ آج کے زمانے میں روز بروز ہماری بڑھتی ہوئی ضروریات اور
خواہشات نے ان تمام اوصاف پر پردہ ڈال دیا ہے جو رشتہ طے کرتے وقت کسی
زمانے میں ضروری اور اہم تصور کئے جاتے تھے اب ان تمام صفات پر دولت کی
چادر ڈال دی گئی ہے جو تمام عیوب کی پردہ داری کر لیتی ہے۔ اگر ہم اپنے آباو

اجداد کے دور کا اور آج کے دور کا مقابلہ کریں تو رشتہ طے کرنے کے طور طریقوں اور ضروریات میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ان کے دور میں یہ رشتہ طے کرتے وقت کچھ اور ترجیحات ہوا کرتی تھیں یہ وہ دور تھا کہ جب لڑکے اور لڑکیاں آپس میں اپنی پسند کی شادی کرنے کی جانب شاذ و نادر ہی مائل ہوتے تھے۔ اگر کسی گھرانے میں کوئی لڑکا یا کوئی لڑکی اپنے گھر والوں کے سامنے اس بات کا اظہار کرنے کی ہمت کر لیتا کہ وہ اپنی پسند کے مطابق شادی کرنا چاہتا ہے یا چاہتی ہے تو خاندان بھر میں ایک کہرام مچ جاتا تھا اور اس گھرانے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا لیکن سو گھرانوں میں سے شاید ایک ہی ایسا گھرانہ ہوتا ہوگا جہاں اس قسم کا واقعہ رونما ہوتا ہوگا ورنہ رشتے طے کرنے کے فرائض یا تو لڑکے اور لڑکی کے بزرگوں کے ذمے ہوتے تھے یا اس کام کے لئے خصوصی خواتین موجود تھیں، جن کا پیشہ ہی یہ ہوتا تھا ایسی خواتین کو "نائیں" کہا جاتا تھا نائیوں کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ معاوضے کے عوض (خواہ وہ رقم کی صورت میں ہو یا کپڑوں اور اناج کی شکل میں) اس تلاش میں رہتی تھیں کہ کسی گھرانے میں لڑکے والوں کو لڑکی اور لڑکی والوں کو لڑکے کی تلاش ہے ان کا کام ہی اچھے رشتوں کی تلاش ہوتا تھا۔

یہ خواتین لڑکے والوں کی خواہش اور معیار کے مطابق لڑکیاں تلاش کرتی تھیں اور رشتے کی بات آگے بڑھاتی تھیں۔ آج یہی کام سینکڑوں کی تعداد میں قائم میرج بیورو انجام دے رہے ہیں لیکن ان بیوروز کی کارکردگی اور اس دور کی نائیوں کی کارکردگی میں بہت فرق تھا۔ بہر حال اس دور کی نائیں آج کے میرج

بیوروز سے کئی گنا بہتر تھیں۔

گزشتہ دور ہو یا آج کا دور، رشتہ طے کرتے وقت جن باتوں کا خیال اس دور میں رکھا جاتا تھا انہی باتوں کا خیال آج کے دور میں رکھا جانا بہت ضروری ہے اس لئے کہ جن بنیادوں پر پہلے رشتے طے کئے جاتے تھے وہ اتنی مضبوط ہوتی تھیں کہ ان کے تحت انجام دی جانے والی شادیاں آج کے مقابلے میں زیادہ مستحکم اور پائیدار ہوا کرتی تھیں۔ اس کا ایک اور اہم اور واضح ثبوت موجودہ دور میں مشرق و مغرب میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح اور عدالتوں میں قائم علیحدگی حاصل کرنے کے ان مقدمات کی تعداد سے لگایا جاسکتا ہے جو میاں بیوی نے ایک دوسرے کے خلاف قائم کئے ہوئے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہماری سوچ اور عمل میں کس قدر تضاد پیدا ہو چکا ہے اور ہم اس معاملے کو کتنا سطحی لے کر دو زندگیوں کو تباہی کے کنارے لاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔

وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ آج زیادہ تر شادیاں ں ناکامی سے دوچار کیوں ہو رہی ہیں؟ اور اکثر گھرانوں میں لڑکیاں اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ یونہی کیوں گزار دیتی ہیں؟

ان باتوں کا ایک ہی جواب ہے کہ اگر بنیاد مضبوط اور درست ہوگی تو عمارت بھی پائیدار ہوگی۔

رشتہ طے کرتے وقت سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ دونوں گھرانوں کا معیار زندگی یکساں ہو، اگر لڑکا متوسط گرانے سے تعلق رکھتا ہو تو

لڑکی کا انتخاب بھی متوسط گھرانے سے ہی ہونا چاہیے۔

اپنے سے اعلیٰ خاندان کا انتخاب مسائل اور مشکلات میں اضافے کا باعث بنتا ہے دونوں کے درمیان ذہنی مطابقت کا بھی فقدان ہوتا ہے اس کا نتیجہ لڑائی جھگڑوں کی صورت میں نکلتا ہے۔

رشتہ طے کرنے سے پہلے دونوں گھرانوں کا خاندانی پس منظر دیکھنا بھی ضروری ہے اکثر اوقات دونوں گھرانوں کے رہن سہن روایات اور طور طریقوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی ذہنی مطابقت ذرا مشکل ہی سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ دونوں میں سے کوئی بھی اپنے رسم و رواج اور خاندانی روایات کو ترک کرنے پر راضی نہیں ہوسکتا۔

دونوں فریقین اور ان کے خاندانوں کے درمیان ذہنی مطابقت کا ہونا بھی ضروری ہے اگر ایک خاندان کے لوگ دقیانوسی خیالات کے اور دوسرے الٹرا ماڈرن خیالات کے ہوں تو ایسی صورت میں بھی مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔

دونوں فریقین تعلیمی لحاظ سے ایک دوسرے کے ہم پلہ ہوں تو ایک دوسرے کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں کیونکہ دونوں کی سوچ تعمیری ہوگی۔

صورت شکل میں بھی دونوں ہم پلہ ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکا چاہے کتنا ہی بدصورت ہو مگر لڑکی خوب صورت ہی تلاش کی جاتی ہے یہ غلط رجحان ہے اگر لڑکا معمولی شکل کا ہے تو اسے معمولی شکل کی لڑکی ہی ملنی چاہیے تاکہ معاشرے کا توازن قائم رہے۔

جیون ساتھی کے انتخاب میں جلد بازی نہ کریں

معاشی طور پر خود مختار ہو جانے کے بعد لڑکیاں اپنے معاملات خود طے کرنے کی کوشش کرنے لگتی ہیں اور اپنے شوہروں کے انتخاب میں بھی خود مختار ہو جاتی ہیں وہ والدین کی پسند کو خاطر میں نہیں لاتیں، سوال یہ ہے کہ کیا وہ ہمیشہ صحیح فیصلے ہی کرتی ہیں؟

ہم بڑی تیزی سے مغرب کی تقلید کر رہے ہیں جہاں طلاق بہت عام اور ازدواجی زندگی کی خوشیاں مفقود ہیں۔ شادی ہوتے ہی زندگی جہنم بننے لگتی ہے اور اس کا انجام طلاق پر منتج ہوتا ہے۔

اس افسوسناک حالت زار کی وجوہات بہت سی ہیں۔ آج کی عورت خود مختار بن چکی ہے اور مالی طور پر اپنے پاؤں پر خود کھڑی ہو سکتی ہے۔ اپنی پیش رو لڑکیوں کی مانند آج کی لڑکی ناخوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے پر تیار نہیں فرد پر معاشرہ کی گرفت کمزور پڑتی جا رہی ہے اور اب وہ صرف اس لئے تکلیف دہ ماحول میں رہنے کو تیار نہیں کہ طلاق کی صورت میں اس پر معاشرہ کی انگلیاں اٹھیں گی۔

ان سب باتوں کے کہنے اور کرنے کے باوجود ایک ناکام ازدواجی زندگی مرد اور عورت دونوں کے لئے المناک ہے چاہے کتنے ہی سخت دل کیوں نہ ہوں

اگر وہ صاحب اولاد ہیں تو ان کے بچوں کے ذہنوں پر پڑنے والے زخم زندگی بھر ہرے رہتے ہیں۔ اس لئے ہر شخص کے واسطے یہ بات اہم ہے کہ وہ اپنے جیون ساتھی کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لے۔

اکثر اوقات کتابیں پڑھ کر خواب دیکھنے والی لڑکیاں طویل قامت اور خوب صورت مرد دیکھ کر ان کے جال میں پھنس کر ان سے شادی رچا لیتی ہیں۔ وہ والدین سے یا تو مشورہ نہیں لیتیں یا پھر ان کے مشورہ پر عمل نہیں کرتیں کیونکہ ان کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کا فقدان ہوتا ہے اور نوجوان نسل اپنے والدین اور ان کے مشوروں کو قدامت پسندانہ قرار دے کر مسترد کر دیتی ہے۔

ان لڑکیوں کی نظریں سطحی ہوتی ہیں۔ وہ مرد کی ظاہری شکل وصورت سے مسحور ہو جاتی ہیں اور اس کے اندر کی منفی خصوصیات کا اندازہ نہیں کر پاتیں۔ انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ خوبرو مرد خدا کی طرف سے ان کے لئے ایک تحفہ ہے۔

ایک ذہین لڑکی کو شادی سے قبل ان سوالات کے جوابات حاصل کرنا چاہئے۔

کیا مرد تعلیم یافتہ ہے؟

کیا یہ خاصی روزی کما لیتا ہے؟

شادی محض محبت اور تازی ہوا پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ رومانس اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے لئے بہت معمولی بجٹ پر دن گزارنا اور دن رات خون پسینہ ایک کرتے رہنا ممکن نہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ مرد محض اپنے خوبصورتی سے

فائدہ اٹھا کر ہر لڑکی کو اپنے دام میں پھانسنے کی کوشش کرتا ہو؟

اگر ایسی بات ہے تو بے چاری لڑکی کی آنے والی زندگی بڑی سختی میں گزرے گی یا پھر وہ مہربان، رحم دل اور دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنے والا ہے (کیونکہ مرد کی یہ خصوصیات اس کی صورت شکل پر حاوی ہو جاتی ہیں) شادی کسی فرد کو بنا بھی سکتی ہے اور مٹا بھی سکتی ہے۔ خود اپنے ذہنی سکون اور مستقبل کی خوشیوں کے لئے ہر لڑکی کو اپنے پارٹنر کے انتخاب میں پختہ شعور کا اظہار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس ایٹمی دور میں اگر بندھن مضبوط نہ ہو تو محبت بہت جلد اڑ کر ہوا ہو جاتی ہے۔ لڑکیاں ایک اور جال میں پھنس کر ایسے مرد سے شادی کرنے کو ترجیح دیتی ہین جو دولت میں کھیل رہا ہو۔

فہمیدہ کو یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ نہ تو اس کا متمول شوہر اور نہ ہی اس کے گھر والے ایک دوسرے کے لئے یا اس کے لئے گرم جوشی اور محبت کا اظہار نہیں کرتے کیونکہ وہ سب دولت کمانے میں بے تحاشہ مصروف تھے۔

فہمیدہ ایک خوب صورت لڑکی تھی اور اس کا شوہر دوسری بے جان اشیاء کی طرح اسے بھی سجانے کی گڑیا سمجھتا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ دولت سے عورت بھی خریدی جا سکتی ہے لہٰذا اس نے اپنے شوہر سے طلاق لے کر ایک متوسط خاندان میں واپس چلے جانے کو ترجیح دی۔

بے جوڑ شادیاں:

بے جوڑ شادیاں طلاق کی شرح میں اضافہ کا سب سے بڑا سبب ہیں۔

بعض اختلافات جلتی پر تیل کا کام دیتے ہیں اور ایک فریق کی کمزوری دوسرے

کی طاقت بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک تیز وطرار بیوی کو ایک نرم مزاج شوہر مل جاتا ہے تاہم اگر اختلافات شدید ہوں تو دونوں رفیق ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھتے۔ بعض بے جوڑ شادیوں کی مثالیں یہ ہیں۔

ایک زیادہ بولنے والے کی شادی کم بولنے والے سے ہو جائے، ایک مطلبی کی شادی بہت زیادہ خبر گیری یا نگہداشت کرنے والے سے ہو جائے، ایک مذہبی انسان کی شادی خدا کے منکر سے ہو جائے، ایک دانشور کی شادی کسی جاہل سے ہو جائے وغیرہ۔

بعض اوقات لڑکیوں کا خیال ہوتا ہے کہ شادی کے بعد مرد اپنے مذہبی خیالات اور عقیدہ تبدیل کر لے گا۔ نسیمہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ باروزگار لڑکی تھی اسے یقین تھا کہ اس کا تعلیم یافتہ منگیتر جو لڑکیوں کی ملازمت کے خلاف تھا شادی کے بعد اپنے خیالات تبدیل کر کے اسے ملازمت جاری رکھنے کی اجازت دے دے گا۔ لیکن اس کی تمام خوشامد بہرے کانوں سے ٹکرا کر واپس آ گئی پھر کئی جھڑپوں کے بعد بالآخر انہوں نے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔

شادی کے بعد لڑکی شوہر کے خاندان کا حصہ بن جاتی ہے اور اس کی انفرادیت کم ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے۔ مرد اپنے والدین کا چہیتا ہوتا ہے اور ان کی ازدواجی زندگی میں لڑکے کے والدین کی مداخلت روزمرہ کا معمول بن جاتا ہے۔ کبھی کبھی لڑکا تو تعلیم یافتہ ہوتا ہے لیکن اس کا خاندان غیر تعلیم یافتہ۔ لہٰذا وہ بہت تنگ نظر ہوتے ہیں۔ لڑکا ماں کے پلو

سے بندھا ہوتا ہے ایک ذہین لڑکی شادی سے قبل اس بات کا بھی جائزہ لیتی ہے کہ آیا دونوں خاندانوں کے پس منظر ایک جیسے ہیں یا نہیں۔

مختلف فرق سے تعلق رکھنے والے لڑکے کے والدین ابتداء سے ہی اپنی بہو کے خلاف محاذ بنا لیتے ہیں۔ اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں شادی کے بعد والدین سے علیحدہ رہیں کم سے کم اس وقت تک جب تک بہو اپنے ساس، سسر کا دل نہیں جیت لیتی۔ ستم ظریفی کی بات تو یہ ہے کہ ایسے جوڑے کی شادی بھی تلخیوں کا شکار ہو جاتی ہے جن کے خیالات یا شخصیات ایک جیسی ہوں اگر دونوں ہی خواہش سے پر ہوں یا ایک دوسرے پر حاوی ہونے والی طبیعت رکھتے ہوں تو بہت جلد دونوں ایک دوسرے پر چیخنے لگیں گے یا ایک دوسرے پر پھینک کر برتن توڑنے لگیں گے اور ہمسایوں کو محظوظ ہونے کا موقع فراہم کریں گے۔ نوجوان لڑکیوں کے حق میں یہ بہتر ہے کہ وہ شادی سے قبل اپنے والدین یا بزرگوں سے مشورہ کر لیں۔

منگنی ضروری ہے یا غیر ضروری؟

ثمینہ کی منگنی اس کے رشتہ کے چچا کے بیٹے سے طے پائی۔ اس کے بعد کچھ لڑکے کے برسر روزگار نہ ہونے اور دوسرے اس کی تعلیم کے مکمل ہو جانے کے انتظار میں چھ سال کی طوالت اختیار کر گئی۔ اس دوران دونوں خاندانوں میں مختلف غلط فہمیاں پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے بالآخر یہ رشتہ ٹوٹ گیا۔ ثمینہ کا کہنا ہے "منگنی ٹوٹنے کے بعد شادی کے سلسلے میں مجھے اور میرے گھر والوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے منگنی ٹوٹنے اور شادی کا درمیانی وقفہ جس

اذیت میں گزرا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہاں تک کہ میں لوگوں کی طرح طرح کی باتیں سن سن کر اتنی تنگ آ گئی کہ میں نے خودکشی کی کوشش بھی کی۔ اس کے بعد خدا خدا کر کے بالآخر میری شادی ہو گئی لیکن شادی کے بعد جب بھی میری ساس یا نندوں کے ساتھ کسی بات پر اختلاف ہوتا ہے تو مجھے یہ ہی طعنہ سننے کو ملتا ہے تم تو اب تک اپنے سابقہ منگیتر سے ملتی ہو اور اس کو یاد کرتی ہو۔ اس کے علاوہ جب بھی میں میکے جاتی ہوں تو میرے سسرال والے مجھے کہتے ہیں کہ تم وہاں اپنے سابقہ منگیتر سے مل کر آئی ہو۔"

ہمارے معاشرے میں موجود بہت سے دوسرے خود ساختہ رسم و رواج کی طرح "منگنی" بھی ایک نہایت سنگین معاشرتی مسئلے کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ پانچ حرفی چھوٹا سا لفظ "منگنی" اپنے اندر گہما گہمی اور مسرتوں کی ایک رنگ برنگ دنیا لئے ہوئے ہے لیکن اگر اس کا دوسرا پہلو دیکھا جائے تو اکثر "منگنی" پر بجنے والی ڈھولک کی تھاپ آنسوؤں اور آہوں کا روپ دھار لیتی ہے اور اکثر منگنیاں شادی میں بدلنے سے پہلے ہی ٹوٹ جاتی ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کون قصوروار ہوتا ہے؟ اور اس کے پیچھے وہ کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن کی وجہ سے خوشیوں اور چاہتوں سے جوڑے گئے یہ رشتے تکمیل سے پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک نہیں کئی وجوہات ہیں جنہوں نے منگنی کو ایک حساس ترین معاشرتی مسئلہ بنا دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی کا پہلا مرحلہ "منگنی" اور آخری مرحلہ رخصتی ہی ہوتا ہے لیکن بعض قباحتیں اس خوشگوار لمحے کی تکمیل سے پہلے اپنا زہر پھیلا دیتی ہیں جس کا خمیازہ اکثر پورے

خاندان کلو بھگتنا پڑتا ہے۔ دراصل مختلف خاندانوں میں شادی اور منگنی کا درمیانی عرصہ مختلف پایا جاتا ہے کہیں اسے صرف محض رسم کے طور پر نبھا کر شادی کی راہ ہموار کی جاتی ہے اور کہیں منگنی کو کئی کئی سالوں پر محیط کر دیا جاتا ہے۔ اس میں بے جا طول دینے والوں کا تناسب زیادہ ہے تاہم وہ اس کے لئے مختلف جواز اور حیلے بہانوں کو تراشتے رہتے ہیں۔

لڑکی والوں کے پاس لڑکی کی نامکمل اور جاری تعلیم کے علاوہ شادی کی تیاری کا بہانہ ہوتا ہے تو لڑکے والے لڑکے کے معاشی استحکام اور کبھی بہن کی شادی کو ذریعہ طوالت بناتے ہیں لیکن یہ تمام وجوہ اہمیت کے اعتبار سے اس قدر ناگزیر نہیں کہ دو خاندان انتظار کی سولی اور دو دل ایک دوسرے کی چاہ میں دھڑکتے ہوئے بوڑھے ہو جائیں۔ یہی نہیں بعض اوقات یہ بے جا طوالت منگنی کے خاتمے کا سبب بھی بنتی ہے کیونکہ اس دوران میں لڑکا کسی سبب لڑکی سے متنفر بھی ہو سکتا ہے چاہے وہ کوئی عامیانہ سی وجہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ خیال بھی خارج از امکان نہیں کہ لڑکا کسی اور لڑکی میں دلچسپی لینے لگے۔ یہ خدشہ صرف لڑکے کی طرف سے ہی نہیں لڑکی کی جانب سے بھی لاحق ہو سکتا ہے کیونکہ بعض اوقات اچھے رشتے کی موجودگی میں والدین ساری رشتہ داریاں اور ساری اخلاقیات کو پس پشت ڈال کر منگنی توڑ دیتے ہیں۔

جیون ساتھی اور زندگی کی شروعات

''جیون ساتھی'' ایک ایسا لفظ ہے جس کی ہر انسان کی زندگی میں ایک خاص اہمیت اور مقام ہے۔ شادی لڑکے کی ہو یا لڑکی کی، نئی زندگی کی شروعات کا تصور اور ایک نئے گھر میں انجانے لوگوں کے ساتھ تعلق قائم ہونے کا عجیب سا احساس دونوں کے دلوں میں موجود رہتا ہے لیکن (لڑکے کے مقابلے میں) لڑکی کے دل و دماغ میں ملے جلے جذبات کا غلبہ رہتا ہے۔ ایک طرف جہاں اسے نئی زندگی شروع ہونے کی خوشی اور زندگی میں ملنے والی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے وہیں پر اسے طرح طرح کے خدشات بھی ہوتے ہیں خاص طور پر اپنے شوہر کے بارے میں شادی کے وقت تک کچھ زیادہ نہ جان پانے والی لڑکیاں تو ایک طرح کے انجانے سے خوف کا شکار رہتی ہیں اور شادی کے بعد بھی اگر اس لڑکی کے ماں، باپ، بھائی اور بہن وغیرہ اس کے دل و دماغ میں موجود ان وسوسوں کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو نئی شادی شدہ لڑکی کی زندگی میں مسائل جنم لینے لگتے ہیں جو اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں کہ شادی سے پہلے بھی اور خاص طور پر شادی کے بعد لڑکی کے ماں، باپ، بھائی اور بہن اس کے ساتھ رویہ لڑکی کی زندگی کو خوشیوں اور مسرتوں کی شاہراہ پر گامزن بھی کر سکتا ہے اور پریشانیوں اور تکالیف کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کی طرف بھی کر سکتا ہے۔

کچھ لوگوں کی ازدواجی زندگی پیار و محبت کا گہوارہ بن جاتی ہے تو دوسری جانب کچھ لوگوں کی ازدواجی زندگی مختلف مسائل کا شکار ہو جاتی ہے اور نتیجہ علیحدگی یا طلاق تک چلا جاتا ہے۔ آخر اس کیا کیا وجہ ہے؟ یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی بھی شادی کے کامیاب ہونے کی سب سے بڑی وجہ میاں اور بیوی کے درمیان ذہنی اور جسمانی ہم آہنگی اور جسمانی آسودگی کی خواہش اور اس کو پورا کرنے یا (ایک دوسرے سے) مطمئن ہونا ہے۔ کسی بھی شادی شدہ جوڑے میں سے کسی ایک فریق کو بھی اگر اس کی مرضی اور خواہش کے مطابق اس کے پارٹنر سے جسمانی آسودگی حاصل نہیں ہوتی یا کوئی کمی رہ جاتی ہے تو ان دونوں کے درمیان ٹینشن بڑھنے لگتی ہے اور ان کی زندگی میں خوشیوں کے پھول کھلنے کے بجائے فاصلوں کی دراڑیں پڑنے لگتی ہیں۔

کسی بھی لڑکی میں ازدواجی تعلقات کا نظریہ اس کی اپنی فیملی اور فیملی کے افراد کے رویوں پر منحصر ہوتا ہے۔ لڑکوں کی نسبت لڑکیاں اپنے گھر کے افراد کی ازدواجی زندگی اور ازدواجی تعلقات پر زیادہ نظر رکھتی ہیں اور اپنے ماں باپ کے علاوہ اپنے بھائی اور بھابی بہن اور بہنوئی وغیرہ سب کی ازدواجی زندگی اور ان کے اثرات وہ اپنے ذہن میں محفوظ کرتی رہتی ہے۔

اسی طرح کسی بھی نئے شادی شدہ لڑکے کے سامنے اس کی فیملی کے دیگر افراد کی ازدواجی زندگی دراصل اس کے سامنے مثال کی سی حیثیت رکھتی ہے جن کے اثرات اس کے دل اور دماغ پر بہت زیادہ پڑتے ہیں۔

آیئے ذرا اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ لڑکی کے گھر والے اس کی شادی

کے کامیاب یا ناکام ہونے کے کس حد تک ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

کسی بھی لڑکی کی زندگی میں پہلا میل رول ماڈل (Male Role Model) اس کا باپ ہوتا ہے جو کہ صرف اس کا باپ ہی نہیں بلکہ اس کی ماں کا شوہر بھی ہوتا ہے۔ لڑکی اپنے باپ کے رویے میں جو کہ وہ اس کی ماں سے روا رکھتا ہے۔ میں اپنے مستقبل کے شوہر کی جھلک دیکھتی ہے۔

جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہوتا اور حقیقت میں بھی باپ اور شوہر دونوں کو ہماری دنیا میں عورت کا رہنما اور سمجھا اور مانا جاتا ہے ان میں سے ایک کو شادی سے قبل اور دوسرے کو شادی کے بعد۔ اس سے قطع نظر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ لڑکی کی شخصیت کی تعمیر میں اس بات کا کردار سب سے اہم ہے۔

وہ لڑکیاں جو اپنے باپ کے زیر سایہ پرورش پاتی ہیں اور ان کی محبت اور بھرپور توجہ انہیں ملتی ہین وہ بڑی ہو کر با صلاحیت ہونہار اور پر اعتماد شخصیت کی مالک بنتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں چونکہ اپنے والد سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے کی عادی ہوتی ہیں اس لئے وہ اپنے شوہر کو بھی اپنا بہترین دوست تصور کرتی ہیں اور اس سے بالکل دوستانہ ماحول میں اپنے خدشات اور خیالات بتاتی رہتی ہیں ساتھ ہی اس کے مسائل بھی دریافت کرتی رہتی ہیں۔ جس کے باعث ان دونوں کے درمیان بہت ہی پر اعتماد اور دوستانہ ریلیشن شپ قائم ہو جاتی ہے اس کے علاوہ آپس میں بے تکلفی کے باعث ان کے جسمانی تعلقات بھی خوشگوار رہتے ہیں جس کے باعث ان کی زندگی خوشیوں کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

جبکہ دوسری جانب اگر لڑکیوں کے باپ سخت اور درشت رویے کے حامل

ہوں تو صرف لڑکیاں ہی نہیں لڑکوں کی نشوونما پر بھی منفی اثرات پڑتے ہیں۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والی لڑکیوں کے لئے ان کے باپ کی حیثیت ایک ڈکٹیٹر کی سی ہوتی ہے اور وہ ہر وقت خوفزدہ اور سہمی رہتی ہیں اور ایسی لڑکیوں کے ذہنوں میں شوہر کی حیثیت دوست یا ساتھی کی نہیں بلکہ ان کے مالک کی سی ہوتی ہے جس کی تمام خواہشات کی بجا آوری ان کے لئے فرض ہوتی ہے۔ ان کی اسی سوچ کے باعث ان کے ازدواجی تعلقات غلط راستوں پر جا نکلتے ہیں یہاں تک کے جسمانی قربت کے لمحات بھی ان کے لئے محبت اور چاہت کے بجائے ڈر اور خوف کی مانند ہوتے ہیں جس کے باعث ان کے شوہر ان کو ناپسند کرنے لگتے ہیں اور اختلافات مزید شدت اختیار کر لیتے ہیں جبکہ بعض مرتبہ شوہر اگر سمجھدار ہو تو وہ اپنی بیوی کو اس کے ماضی سے نکال کر حال اور مستقبل کی محبت اور اعتماد سے بھری دنیا میں رہنے کا طریقہ بھرپور طریقے سے سکھا کر زندگی گزارنے کا صحیح راستہ دکھا دیتا ہے اور ان کی ازدواجی زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے بھر جاتی ہے۔

ایسی لڑکیاں جن کا فیملی بیک گراؤنڈ بہت مضبوط ہوتا ہے اور وہ آزاد ماحول میں زندگی گزارتی ہیں وہ شادی کرنے کے لئے اپنے سے کم پڑھے لکھے، کم حیثیت اور مالی طور پر غیر مستحکم لڑکوں کو تلاش کرتی ہیں تاکہ شادی کے بعد ان پر اپنے خاندان اور اپنی امارت کا رعب ڈال کر ان پر اپنا حکم چلا سکیں۔ ان کے برعکس وہ لڑکیاں جن کے والد چھوٹی عمر میں انتقال کر جاتے ہیں یا کسی اور سبب سے ان کے سائے کے بغیر پرورش پاتی ہیں اور ساری زندگی اپنے باپ کی محبت اور تحفظ کے لئے ڈرتی ہیں وہ اپنے طور پر ایسے مرد سے شادی کرنا پسند کرتی ہیں

جو میچور ہو اور ان سے محبت کرے بلکہ ان کی حفاظت بھی کرے۔

ایسی لڑکیوں کو کہ جنہیں زندگی میں اپنے باپ کی طرف سے پوری توجہ اور محبت ملی ہو یا ایسی لڑکیاں جنہیں ان کے باپ نے کبھی پیار نہ کیا ہو ہمارا صرف یہی مشورہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں آنے والے دوسرے شخص یعنی اپنے شوہر کو اپنے باپ سے نہ ملائیں کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر ایک شخص برا یا اچھا ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو۔

ایک لڑکی کی زندگی میں باپ سے بھی پہلے اس کی ماں کا کردار آتا ہے۔ بچپن میں ہر لڑکی بڑی ہو کر اپنی ماں جیسا بننے کا خواب دیکھتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی ہے اس کے خیالات میں تبدیلی آنے لگتی ہے۔ اسے اپنی ماں کی پرسنالٹی (شخصیت) میں متعدد خامیاں نظر آنے لگتی ہیں اور اپنی عقل کے مطابق اپنی زندگی سے ان خامیوں کو نکالنے کی کوشش کرتی ہے لیکن اتفاق یا قسمت سے وہ بھی ان ہی غلطیوں کو دہرانے لگتی ہے جو کہ اس کے نزدیک اس کی ماں کیا کرتی تھی۔ ویسے یہ کوئی گھبرانے والی بات ہرگز نہیں۔ اگر کسی لڑکی کی ماں آزاد خیال اور ہر کام اپنی مرضی سے کرنے کی عادی ہو اور مردوں سے دوستی کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہ کرتی ہو بلکہ مرد حضرات کے ساتھ اس کے خوشگوار تعلقات ہوں تو ایسی لڑکی کے خیالات بھی مرد حضرات کے بارے میں ذرا لبرل ہی ہوں گے اور اس کے نزدیک مردوں سے دوستی کرنا کوئی معیوب بات نہ ہوگی اور اپنی اس بات کے باعث اس کے اندر خود اعتمادی بڑھ جائے گی اور وہ کسی بھی شخص سے بات کرتے وقت کوئی مشکل محسوس نہیں کرے گی۔ ایسی

لڑکی کے لئے شوہر کا امیج صرف اور صرف ایک اچھے دوست کا ہوتا ہے کسی ڈکٹیٹر یعنی اپنی مرضی مسلط کرنے والے کا نہیں۔

لڑکی کو ازدواجی تعلقات اور جسمانی آسودگی سے متعلق اس کی ماں بتا دیتی ہے اور وہ مائیں جو اس بات کو سمجھتی ہیں وہ اپنی بیٹیوں کو اس سے متعلق مسائل اور ان سے نمٹنے کے متعلق بھی طریقے بتاتی رہتی ہیں۔ شادی شدہ لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد کے خوشگوار زندگی گزارنے کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ ان کے اپنے شوہروں کے ساتھ تعلقات نہایت خوش گوار ہوتے ہیں۔

لیکن ایسی مائیں جو اپنی بیٹیوں کو ازدواجی تعلقات سے متعلق کچھ بتانے سے گریز کرتی ہیں اور دیگر جسمانی مسائل کے بارے میں آگاہ نہیں کرتیں ان کی بیٹیاں شادی کے بعد بھی ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے خوفزدہ رہتی ہیں جس کے باعث ان کی زندگی میں مسائل جنم لینے لگتے ہیں۔

اس کے علاوہ شادی شدہ بڑا بھائی یا لڑکی کا ہم عمر بھائی بھی لڑکی کے لئے مردوں کے بارے میں سوچ قائم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسا بھائی جو لڑکی سے بڑا ہو یا ہم عمر ہو لیکن اس سے فری ہو اور اس سے مختلف موضوعات پر بنا روک ٹوک گفتگو کرتا ہو اس کی وجہ سے لڑکی کے دل سے مردوں کے متعلق خدشات اور وہم وغیرہ نکل جاتے ہیں اور وہ اپنے شوہر وغیرہ سے بھی ہر موضوع پر گفتگو کر لیتی ہیں۔ بنا کسی گھبراہٹ یا خوف کے جس کے باعث وہ دونوں اپنی پریشانیوں کا مناسب حل تلاش کر لیتے ہیں اور ان کی زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔

جب وہ لڑکیاں جن کے بڑے بھائی ہمیشہ روک ٹوک اور ڈانٹنے میں لگتے رہتے ہیں۔ ڈرپوک اور خوفزدہ رہتی ہیں اور اپنے شوہر کے سامنے کچھ کہنے کا تصور بھی نہیں کرتیں۔

ماں کی طرح بڑی بہن بھی کسی لڑکی کی زندگی میں رول ماڈل ادا کرسکتی ہے۔ لڑکی عموماً بڑی بہن ہونے کی صورت میں اپنی شادی شدہ زندگی کا کوئی بھی مسئلہ سب سے پہلے اپنی بہن سے ڈسکس کرتی ہے۔ لیکن بہت سی بہنیں جنہیں اپنی چھوٹی بہنوں سے کسی بات کی حسد ہوتی ہے ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھا کر انہیں غلط مشورے دیتی ہیں جس کے باعث ان کی زندگی سے سکون اور خوشی ختم ہوجاتی ہے اور پریشانیاں اور الجھنیں جگہ لے لیتی ہین اس لئے اپنی بہن وغیرہ سے مشورہ کرتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھیں۔

بات صرف اتنی سی ہے کہ نئی شادی شدہ لڑکی کے دماغ میں اپنے شوہر اور اس کے گھر والوں کے متعلق طرح طرح کے خیالات جنم لیتے ہیں اور اگر ان خیالات کو مناسب طریقے سے دماغ سے نہ نکالا جائے تو وہ ازدواجی زندگی میں مشکلات پیدا کرنے لگتے ہیں اور تعلقات میں بگاڑ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس لئے شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنے دماغ میں یہ بات صاف رکھے کہ لڑکی دوسرے گھر اور ماحول سے آئی ہے اور اسے اس کے اور اس کے گھر والوں کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے میں تھوڑا وقت تو لگے گا اس لئے اگر وہ بلاوجہ کی سختی کے بجائے پیار ومحبت سے اسے سمجھائے اور اپنے گھر اور گھر والوں کے متعلق اسے گائیڈ کرتا رہے تو زندگی میں چاہتوں اور خوشیوں کے پھول چاروں طرف کھل اٹھیں گے۔

محبت کی شادی

ترقی پسند اور محبت کی شادی کے حامی خواتین و حضرات کا یہ کہنا ہے کہ شادی کا فیصلہ کرنا خالصتاً فرد کا ذاتی حق ہے اور کوئی بھی دوسرا شخص خواہ وہ اس کا کتنا ہی عزیز، مہرباں یا دوست یہاں تک کہ والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ فرد کا حق اس سے نہیں چھین سکتے۔ یہاں دوسرا مکتبہ فکر ان سے اختلاف کرتا ہے ان کے مطابق شادی صرف دو افراد کے بندھن کا نام نہیں بلکہ یہ دو خاندانوں کا معاملہ ہے۔

میاں بیوی کے درمیان خوشگوار یا ناخوشگوار تعلقات کا اثر براہ راست دونوں خاندانوں پر بھی پڑتا ہے لہٰذا کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ صرف اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے پورے خاندان کا نظام درہم برہم کر دے۔ یورپی ممالک میں چونکہ خاندانی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے وہاں اسی لئے اسے معیوب خیال نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس سے ماں، باپ یا خاندان کے متاثر ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا پسند کی شادی کی حمایت کرنے والے اس جواز کو ایک کمزور اور بے بنیاد خیال کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر اس جواز کو وقتی طور پر درست مان بھی لیا جائے تو اس بات کی کیا ضمانت دی جا سکتی ہے کہ والدین جو فیصلہ کریں اس میں خاندان کے متاثر ہونے کا امکان نہ رہے اور ایسی

بیشتر مثالیں سامنے آئی ہیں کہ ماں، باپ نے لڑکی یا لڑکے کی اپنی پسند سے شادی کی اور وہ ناکام ثابت ہوئی۔ یہ طبقہ والدین کی جانب سے شادی کو ذاتی مفادات یا انا کی تسکین کا نام دیتا ہے۔ اس طبقے کے خیال میں بعض والدین اپنی اولاد کو اپنے مفادات کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ ایسی جگہ اپنی اولاد کی شادیاں کرنا چاہتے ہیں جہاں مالی یا کوئی اور فوائد حاصل ہونے کی امید ہو جبکہ بعض والدین بچوں کی شادی کو خالصتاً اپنا حق سمجھتے ہیں اور اپنے بچوں پر فیصلے مسلط کر کے اپنی انا کی تسکین کرتے ہیں اور ایسے والدین سے جب ان کے اس رویے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ان کا عموماً جواب یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بچوں کی پرورش کی ہے بچپن سے لے کر ان کی تمام ممکنہ خواہشات کا احترام کیا انہیں پڑھایا لکھایا کیا ان کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ مرضی سے اپنے بچوں کی شادی کر سکیں۔ بعض والدین ایسے موقعوں پر اپنی ان مجبوریوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جن کا انہیں اپنے رشتہ داروں کی جانب سے سامنا ہوتا ہے اور شادی نہ کرنے کی صورت میں عزیز و اقارب کے کھو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے خاندانی نظام کو بچانے کی جدوجہد میں اولاد کی خواہشات ٹھکرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

حال ہی میں کئے جانے والے ایک تجزیے کے مطابق دونوں طبقے اپنی اپنی جنگ لڑنے میں مصروف ہیں لیکن تیزی سے ٹوٹتا ہوا خاندانی نظام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں پسند یا محبت کی شادیوں کا رجحان پچھلے 20 سالوں کے مقابلے میں تقریباً 5 گنا زیادہ ہوا ہے۔ جیسے جیسے

ہمارے ہاں خواندگی کا تناسب بڑھ رہا ہے ویسے ہی پسند کی شادیوں میں بھی اضافہ ہوا ہے ایسے متعدد خاندان سامنے آئے ہیں جنہوں نے اپنے رویوں میں ناقابل یقین حد تک لچک پیدا کی جو کبھی خاندان کے باہر شادیوں کا تصور نہیں کرتے تھے آج ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

محبت کی شادی سے متعلق مختلف آراء

محبت کی شادی کے بارے میں مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہیں۔ بعض دانشور محبت کی شادی اور پسند کی شادی میں بھی فرق کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں پسند کی شادی والدین کی رضامندی سے بھی ہو سکتی ہے اکثر جگہوں پر اور عام طور پر قریبی رشتہ داروں میں ایسی ہی شادیاں ہوتی ہیں جس میں دونوں فریق یعنی لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ چکے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ عمر کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب ہونے کی بنا پر وہ شادی کے لئے ذہنی طور پر تیار بھی ہوں لیکن چونکہ جذباتی لگاؤ ایک حد سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے وہ اس کا اظہار نہیں کرتے اور وہ اس کے لئے تیار رہتے ہیں کہ اگر ایسا نہ بھی ہوا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا یہاں "تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی" والی کیفیت ہوتی ہے لیکن بہرحال پسند کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

تاہم چند دانشور اس سے اختلاف کرتے ہیں ان کے خیال میں ایسی شادی کو پسند کی شادی نہیں کہا جا سکتا۔ اسے رضامندی کی شادی کہا جائے گا پسند کی شادی وہی ہے جو فرد خاص جذباتی لگاؤ کے بعد کرتا ہے اور کسی اور جگہ شادی

کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ بہر حال عام طور پر ہمارے ہاں محبت یا پسند کی شادی وہی سمجھی جاتی ہے جس پر لڑکی یا لڑکا اصرار کریں اور والدین کو اس حد تک مجبور کردیں کہ ان کے پاس اولاد کی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے۔

ایک معروف پروفیسر کی رائے میں ہمارے ہاں محبت کی شادی کا تصور مغرب کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے اور اس کی وجہ ہمارا معاشرتی، مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی معیار ہے جو ہر لحاظ سے مغرب سے مختلف ہے۔ ہمارا معاشرتی ڈھانچہ نوجوانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ شادی جیسا اقدام اپنی مرضی منشا کے مطابق اٹھا سکیں۔ یہاں مذہبی اقدار بحیثیت مجموعی دیگر اقدار پر حاوی ہیں اور اسلام نے چھپ چھپ کر دوستیاں لگانے سے منع فرمایا ہے جبکہ محبت کی شادی خالصتاً خفیہ تعلقات کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ ان کی رائے میں ایسے افراد جو پسند کی شادیاں کرتے ہیں یا اس پر اصرار کرتے ہیں بذات خود اندر سے کلی طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔ ان کی پرورش اس ماحول میں ہوئی ہوتی ہے جہاں خفیہ دوستیوں کو قبول نہیں کیا جاتا لہٰذا فطری طور پر ان کے اندر ایک غلط اقدام اٹھانے کا احساس موجود ہوتا ہے۔ وہ خود سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کا یہ عمل معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ لیکن چونکہ جذبات کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہوتی ہے اور جذباتیت دیگر احساسات پر چھائی ہوتی ہے اس لئے وہ کسی کی بات سننے پر تیار نہیں ہوتے۔ پروفیسر کی رائے میں محبت کی اکثر شادیاں ناکامی سے دوچار ہوتی ہیں اور جو بظاہر کامیاب نظر آرہی ہوتی ہیں ان کے پیچھے بھی سمجھوتہ کا راز چھپا ہوتا ہے چونکہ دونوں افراد اپنے اس عمل کے خود

ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے ایک دوسرے کی ناپسندیدہ باتوں کو بھی برداشت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اسے سمجھوتہ تو کہا جاسکتا ہے لیکن کامیاب شادی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

ایک بہت بڑے ادیب اور اخبار کے ایڈیٹر کے سامنے یہ سوال رکھا گیا کہ کیا پسند کی شادی کامیاب زندگی کی ضمانت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں 3 فیصد ایسے لوگ ملیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ ان کے درمیان کبھی زندگی میں جھگڑے کی نوبت نہیں آئی اور بہت ممکن ہے کہ وہ اپنے اس دعوے میں مبالغہ آرائی سے بھی کام لے رہے ہوں لیکن اگر اسے سچ بھی مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے ہاں صرف 3 فیصد لوگ کامیاب زندگی گزار رہے ہیں جبکہ 97 فیصد ناکام ازدواجی زندگی کا شکار ہیں۔ میرے خیال میں اختلاف شعور کی علامت ہے اگر دو افراد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے درمیان کبھی کسی مسئلے پر اختلاف نہیں ہوا تو یا تو وہ جھوٹ بول رہے ہیں یا پھر کسی ایک کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے۔ محبت کی شادی میں اختلافات کا تناسب بڑھنے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ میں نے آج تک محبت کی شادی کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھا۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔

توقعات پر پورا نہ اترنا

پسند کی یا محبت کی شادی کا سب سے بڑا مسئلہ جو سامنے آیا ہے وہ یہ کہ عام طور پر دونوں افراد ایک دوسرے کی توقعات پر 60 فیصد بھی پورا نہیں اترتے۔ شادی سے قبل انہوں نے ایک دوسرے سے لامحدود توقعات وابستہ کی ہوتی ہیں

ایک دوسرے کے لئے جان سے گزر جانے کے عہد و پیمان کئے ہوتے ہیں لیکن عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی ان پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ محض جذباتی باتیں تھیں اور حقیقی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ محبت کی شادی میں چونکہ لڑکیاں زیادہ مشکلات کا شکار ہوتی ہیں اور زیادہ قربانی دیتی ہیں اس لئے وہ اپنے ساتھیوں سے اتنا ہی صلہ بھی مانگتی ہیں جبکہ مرد اس سلسلے میں اتنے حساس واقع نہیں ہوتے اور وہ نئے پیدا شدہ حالات کا ذمہ دار عورت کو بھی برابر کا تصور کرتے ہیں۔

دھوکہ دہی اور بے بسی کا احساس

اگر دونوں افراد ایک دوسرے کی توقعات پر پورا نہ اتریں تو بدگمانیاں بڑھنے لگتی ہیں۔ دونوں یہ خیال کرتے ہیں کہ اسے دوسرے فریق نے دھوکہ دیا ہے۔ یہ احساس خواتین میں زیادہ شدت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ دونوں اس احساس کو ایک دوسرے پر بے شک ظاہر نہ کریں لیکن اندرونی طور پر وہ ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک فریق نے اگر زیادہ قربانیاں دی ہوں اور گھر والوں یا خاندان والوں سے بغاوت کی ہو تو اس کی ان حالات مین بے بسی حد درجہ بڑھ جاتی ہے اسے اپنے تمام راستے بند نظر آتے ہیں۔ طبیعت بے چین رہتی ہے۔ چڑچڑاپن مزاج کا حصہ بن جاتا ہے اور بلاوجہ ایک دوسرے پر غصہ اتارا جاتا ہے جبکہ یہ صورتحال عام طور پر والدین کی پسند سے کی گئی شادی میں بہت کم ہوتی ہے یہاں دونوں جانب سے چونکہ کسی قسم کی کوئی توقعات نہیں ہوتیں اس لئے لڑکی یا لڑکے کو ایک دوسرے

سے جتنی توجہ اور محبت ملتی ہے اور وہ اسے غنیمت سمجھ کر قبول کر لیتا ہے۔

محبت کی شادی کرنے والے کیا کہتے ہیں؟

محبت کی شادی سے متعلق سب لوگوں کے مشاہدات اپنی جگہ لیکن اس وقت تک ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکیں گے جب تک کہ ان افراد کی رائے معلوم نہ کی جائے جو پسند کی شادی کر چکے ہیں یا کامیاب اور ناکام زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک خاتون جنہوں نے سات سال طویل محبت کی زندگی گزارنے کے بعد شادی کی اور پھر دو بچوں کے بعد شوہر سے علیحدہ ہو گئیں ان کی رائے معلوم کی گئی تو ان کا کہنا تھا کہ ضروری نہیں محبت کی ہر شادی ناکام ہو لیکن میرا خیال ہے والدین کی رضامندی سے کی گئی شادی میں بگاڑ اس وقت آتا ہے جب آپ کو اپنے شوہر سے شادی سے پہلے والی محبت نہیں ملتی مرد اس معاملے میں نہایت متلون مزاج ہرجائی اور دھوکے باز ثابت ہوتا ہے جبکہ عورت پہلے والا ماحول چاہتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم پورا دن ایک دوسرے سے بات چیت کرتے نہیں تھکتے تھے اور یہ عرصہ سات سال تک رہا لیکن شادی کے بعد میرے شوہر کے پاس میرے لئے وقت نہیں ہوتا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ وہ مجھے اب بھی اتنا ہی اہم سمجھیں جیسے شادی سے پہلے سمجھتے تھے۔ میں نے اس کے لئے دنیا کی ہر چیز تیاگ دی تھی اور وہ میرے لئے دوستوں کی ایک محفل چھوڑنے پر تیار نہ تھا۔ میرے لئے یہ احساس اذیت ناک تھا کہ جس شخص کو میں سب سے اہم خیال کرتی ہوں وہی مجھے سب سے غیر اہم سمجھتا ہے۔ محبت ہمیشہ برابری مانگتی ہے میں اس کے ساتھ جب تک رہی وہ میری تذلیل کرتا رہا۔ میرے خیال میں اگر

ہم نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا ہوتا ہمارے درمیان کوئی جذباتی لگاؤ نہ ہوتا کسی قسم کے عہد و پیمان نہ بندھے ہوتے تو ہم کامیاب زندگی گزار سکتے تھے کیونکہ ایسے حالات میں میرے لئے اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنا مشکل نہ ہوتا۔ لیکن اس شخص کا مکمل بدل جانا میری برداشت سے باہر تھا۔

پسند کی شادی کرنے والے ایک جوڑے کے علیحدہ علیحدہ تاثرات قلمبند کئے گئے تو دونوں کے خیالات میں عجیب تضاد پایا گیا مرد کے مطابق میری بیوی کو مجھ سے یہ شکایت رہتی ہے کہ میں بہت بدل گیا ہوں اور پہلے جیسا نہیں رہا اور میں اس کا اعتراف بھی کرتا ہوں لیکن اس میں میرا قصور نہیں ہے حالات نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے میرے دو بچے ہیں مجھے ان کی روٹی روزی کی بھی فکر رہتی ہے میری محبت تقسیم ہوئی ہے اور میں اب اپنی بیوی میں وہ شدت اور کشش محسوس نہیں کرتا جو شادی سے قبل کرتا تھا جبکہ میری بیوی مجھ سے پہلی سی محبت کا تقاضا کرتی ہے جو کہ ناممکن ہے، وہ میرے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر عزیز و اقارب سے دور بھاگتی ہے۔ اس کے دل میں آج بھی ان کے لئے نفرت موجود ہے کہ انہوں نے اس شادی کی مخالفت کی تھی۔ وہ ظاہر نہیں کرتی لیکن چاہتی یہی ہے کہ میں سب سے قطع تعلق اختیار کرلوں اور صرف اسی کا ہو رہوں جو میرے لئے ممکن نہیں اور نہ ہی میں اسے درست تسلیم کرتا ہوں۔

بیوی کے خیال میں اس کے شوہر کا شادی کی پہلی رات ہی رویہ بدل چکا تھا۔ وہ جب بیدار ہوا تو اس کی آنکھوں میں میرے لئے پہلی والی چمک نہیں رہی تھی۔ شادی سے قبل میں ناراض ہوتی تھی تو جب تک وہ مجھے منا نہیں لیتا تھا

اسے چین نہیں آتا تھا۔ لیکن اب اس کا رویہ قطعی بدل چکا ہے۔ وہ میری ذات کو نظر انداز کرتا ہے اور پیسے کی طرف بھاگتا ہے۔ میری بات پر توجہ نہیں دیتا۔ جس شخص کو آج سے 2 سال قبل میری ہر بات اچھی لگتی تھی آج اسے میری ہر بات بری لگتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ ہم شادی کے بعد گھومیں پھریں گے ایک آزاد اور خوب صورت زندگی ہوگی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس شخص کا رویہ مجھ سے اتنا کٹھور اور سنگدلانہ ہوسکتا ہے۔ میرے لئے بہت اچھے رشتے بھی آئے تھے لیکن میں نے انہیں ٹھکرا دیا تھا میرے شوہر آج میری ساری قربانیاں بھول گئے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کو مجھ سے زیادہ اہمیت دیتا ہے وہ میری ذات کی نفی کرتا ہے جو میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے اس نے سارے وعدے اور قسمیں بھلادی ہیں جس شخص سے میں نے شادی کی تھی اور جس کے لئے ساری دنیا کی مخالفت مول لی تھی آج وہی میری قدر نہیں کرتا۔ میں سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ کیا میں نے غلط فیصلہ کیا تھا۔ محبت کی شادی کامیاب زندگی کی ضمانت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر میری شادی کسی ایسے شخص سے ہوئی ہوتی جو میرے لئے انجان ہوتا تو ہوسکتا ہے کہ وہ میرے جذبات کو قتل نہ کرتا اور نہ مجھے اپنے جذبات کے مجروح ہونے کا احساس ہوتا۔ میں سوچتی ہوں کہ میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔

پسند کی شادی کرنے کے بعد اپنی بیوی کو بچے سمیت الگ کر دینے والے ایک وکیل کے خیالات بھی کم اہمیت کے حامل نہیں۔ ان کے مطابق میرے اور میری بیوی کے درمیان اختلافات کی بنیادی وجہ میری بیوی کی ہٹ دھرم طبیعت

اور ضدی پن تھا۔ وہ اپنی غلط بات پر بھی اڑ جاتی تھی یہ ٹھیک ہے کہ اس نے گھر والوں سے اختلاف کر کے مجھ سے شادی کی تھی لیکن یہی معاملہ میرے ساتھ بھی تھا۔ میرے گھر والے بھی میری کہیں اور شادی کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے اصرار کر کے اس سے شادی کی۔ اس کے قول و فعل میں حد درجہ تضاد تھا۔ شادی سے قبل اس نے جیسا خود کو میری نظروں میں ظاہر کیا تھا وہ ویسی نہیں تھی۔ میں نے اسے تمام آنے والے حالات سے آگاہ کیا تھا اور اس وقت وہ ہر چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار تھی لیکن شادی کے بعد اس نے کسی ایک معاملے میں بھی سمجھوتہ نہیں کیا پہلے وہ میری کم آمدنی کو قطعی اہمیت نہیں دیتی تھی لیکن بعد میں مجھے سب سے زیادہ اسی کے طعنے ملتے وہ دوسرے امیر وکیلوں کے ساتھ میرا موازنہ کرتی تھی۔ وہ مجھے اکساتی تھی کہ میں بھی جائز و ناجائز طریقے سے دولت کماؤں جبکہ میرے اپنے کچھ اصول تھے۔ اس نے مجھے پیسہ کمانے کی مشین سمجھ لیا میں اپنے کسی بہن بھائی یا ماں باپ کے پاس بیٹھا ہوتا تو اس کا اپنے کمرے میں بیٹھے خون کھول رہا ہوتا۔ میں نے اسے ہر ممکن سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم خاندان اور عزیز و اقارب سے الگ تھلگ زندگی بسر نہیں کر سکتے لیکن وہ کوئی بات سننے پر تیار نہ تھی۔ پہلے وہ کہتی تھی کہ وہ میرے بہن بھائیوں اور والدین کا دل جیت لے گی لیکن اس نے اپنے کسی عمل سے ایک بار ایسا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مجبوراً میں نے الگ گھر لے لیا اب مہینوں بعد بھی اپنے گھر والوں سے ملنا اسے پسند نہ تھا وہ اسے اپنی محبت کا نام دیتی تھی لیکن میرے خیال میں یہ اس کی محبت نہیں بلکہ انتہائی خود غرضی تھی۔ میں دن رات محنت کرتا تھا لیکن اب

اس کا مطالبہ تھا کہ میں اسے وقت نہیں دیتا۔ میں عجیب سے گورکھ دھندے میں پھنس گیا تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا دن ہوتا جس دن ہمارے درمیان تو تکار نہ ہوتی ہوا ایسا متعدد مرتبہ ہوا کہ کوئی کام میں نے اسی کی خوشی کے لئے کیا اور اسی پر مجھے اس سے الٹی باتیں بھی سننا پڑیں۔ وہ سمجھتی تھی کہ میں اسے محض مخصوص خواہش کی تسکین کا ذریعہ سمجھتا ہوں جبکہ ایسا نہیں تھا کئی مرتبہ میں نے محسوس کیا کہ اب ہم ایک ساتھ نہیں چل سکتے لیکن پھر مجھے اور لوگوں کا خیال آتا تھا کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچیں گے لیکن اس چیز کا اسے احساس نہیں تھا وہ خود بات بے بات انتہائی اقدام اٹھانے پر تیار ہو جاتی تھی۔ وہ کہتی تھی وہ مجھے برداشت کر رہی ہے جبکہ حقیقت میں اسے میں برداشت کر رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کا رویہ بدل جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اب اسے علیحدہ کئے بغیر میرے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

یہاں بیشتر لوگ شدید اختلافات اور ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ محض اس بنیاد پر ساتھ رہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی علیحدگی سے ان کے عزیز و اقارب کو دکھ ہوگا۔ خاندانی نظام متاثر ہوگا یا اس سے اولاد کی شخصیت تباہ ہو جائے گی۔ میرے خیال میں یہ تمام اقسام کے خوف صرف اتنی دیر تک ہوتے ہیں جب تک آپ اس عمل سے نہیں گزرتے میری دانست میں آپ اپنی زندگی کے مالک ہیں اور آپ اسے دوسروں کی خاطر قربان نہیں کر سکتے۔ جب دو میاں بیوی اس سطح تک اختلاف کی حدود کو چھو لیں کہ انہیں ہر وقت یہ احساس رہنے لگے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں چل سکتے تو ان کے

لئے علیحدگی ہی نجات کا واحد راستہ رہ جاتا ہے۔ ہماری شادی کی ناکامی کی وجہ میری بیوی کا خود کو عقل کل سمجھنا بھی تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے وہی صحیح ہے اور باقی تمام جھوٹ جبکہ میرے خیال میں کوئی بھی انسان کامل نہیں ہوتا۔ اس کی شخصیت کے مثبت اور منفی دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ اگر آپ صرف دوسرے کے منفی پہلوؤں کو ہی سامنے رکھیں گے تو ناکامی کے امکانات زیادہ ہیں اور محبت کی شادی کی یہی خرابی ہے کہ شادی سے پہلے دونوں فریق صرف ایک دوسرے کی اچھائیوں پر نظر رکھتے ہیں اور شادی کے بعد ایک دوسرے کے منفی پہلوؤں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پسند کی شادی میں توازن نہیں ہوتا۔

پسند کی شادی کر کے خوش و خرم زندگی گزارنے والے ایک پریمی جوڑے سے جب یہی سوال دریافت کیا گیا کہ تو ان کے خیالات زیادہ جامع اور حقیقت پسندانہ تھے۔ دونوں کے خیال میں شادی محبت کی ہو یا والدین کی رضا مندی سے۔ کامیاب زندگی کی ضمانت کا انحصار دونوں افراد کے رویوں پر ہے۔ لڑکی کی رائے میں ہم دونوں ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہیں۔ بعض معاملات میں اختلاف رائے بھی سامنے آتا ہے لیکن ہم تضحیک آمیز رویہ اختیار نہیں کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری بیشتر باتیں جو شادی سے پہلے ہم ایک دوسرے سے کرتے تھے حقیقت سے دور تھیں۔ ہم خاندان سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے، ہر رشتے کی اپنی الگ اہمیت ہے، شادی سے پہلے انسان پختہ ذہن نہیں ہوتا اور بیشتر حقیقتیں شادی کے بعد سامنے آتی ہیں۔ اگر آپ میں وقت کے ساتھ ساتھ اپنے مزاج، خیال اور خواہشوں کو بدلنے کی اہلیت ہے تو آپ

کامیاب زندگی گزاریں گے۔ شوہر کے خیال میں وہ محبت کی شادیاں زیادہ ناکام ہوتی ہیں جس میں کوئی ایک فریق دوسرے پر وہ کچھ ظاہر کرے جو حقیقت میں وہ نہیں ہوتا۔ میں نے کبھی اپنی بیوی سے شادی سے قبل جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے اسے بتادیا تھا کہ میری حیثیت کیا۔ میں کیا کماتا ہوں اور اسے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں نے اپنا خاندانی پس منظر بھی بتادیا تھا۔ ہم دونوں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ محبت دو فریقین میں یکساں جذبے کا نام ہے اگر ان میں سے کوئی ایک شخص صرف یہ سوچ لے کہ یہ کام صرف دوسرے نے کرنا ہے تو محبت ختم ہو جاتی ہے سچ تو یہ ہے کہ ہم دونوں کو اس چیز کا بھی اعتراف ہے کہ ہم میں پہلے جیسی جذباتی رفاقت نہیں رہی۔ لیکن اس میں پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تبدیلی فطری ہے۔ انسان اس چیز کی طرف زیادہ بھاگتا ہے جو اس کی پہنچ سے دور ہو۔ میری بیوی نے شادی سے پہلے والی محبت کا کبھی تقاضا نہیں کیا۔ ہم نے نئے ماحول میں خوش و خرم زندہ رہنا سیکھ لیا ہے۔ ہمارے درمیان جب کبھی ناراضگی ہوتی ہے۔ ہم ماضی میں کی جانے والی محبت کے کسی شدید لمحے کو یاد کرتے ہیں جس سے نہ صرف ہماری ناراضگی دور ہو جاتی ہے بلکہ ہماری محبت کی تجدید نو بھی ہو جاتی ہے۔ ہماری کامیاب زندگی کا راز یہ ہے کہ ہم نئے ماحول میں خود کو ڈھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہمیں ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ ہم نے کبھی ایک دوسرے کو بہت ٹوٹ کر چاہا تھا۔

پسند کی شادی کرنے والے ایک بینک منیجر کی رائے میں محبت کا جذبہ دنیا

کے تمام جذبوں پر حاوی ہے تاہم اس کا انحصار انسان کی اپنی طبیعت، مزاج اور سوچ پر ہوتا ہے مجھے کسی اور کا تو نہیں پتہ لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ محبت نے مجھے وہ کچھ دیا ہے کہ جو عام حالات میں ممکن نہ تھا۔ میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ میری کامیابی کے پیچھے صرف اور صرف میری بیوی کا ہاتھ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں میٹرک میں فیل ہوا تھا اور میرا تعلیم کی طرف قطعی رجحان نہ تھا۔ لیکن محبت نے میری تقدیر بدل کر رکھ دی۔ میرے اندر اس لطیف جذبہ کا احساس وقت نمودار ہوا جب میں نے اپنی بیوی کو زندگی میں پہلی بار دیکھا۔ میرے معاشی حالات اور خاندانی پس منظر اتنا مضبوط نہ تھا کہ میں اسے کسی جدوجہد کے بغیر حاصل کر لیتا۔ محبت نے مجھے جدوجہد کا راستہ دیا۔ جذبوں میں صداقت اور قوت بازو پر بھروسہ ہو تو قدرت راستے خود ہموار کر دیتی ہے وہ وقت بھی آیا جب ہم ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہو گئے۔ میری بیوی کا رویہ میرے گھر والوں سے میرے تصور سے بھی زیادہ اچھا تھا حالانکہ گھر کے چند افراد ایسے تھے جو شروع میں اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے لیکن اس نے اپنے حسن عمل سے ان کی غلط فہمیاں دور کر دیں۔ چھوٹے موٹے اختلافات ہونا یا میاں بیوی میں ناراضگی محبت کا حسن ہے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہماری ناراضگی ایک آدھ گھنٹے سے زیادہ رہی ہو۔ ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے کے جذبات پر قدغن نہیں لگائی اس نے جب بھی اپنی ماں کے گھر جانے کا کہا میں بخوشی سے لے گیا اور اسی طرح اپنے جس رشتے دار کے گھر جانے کے لئے میں اسے کہتا وہ خوشی سے تیار ہو جاتی ہے۔ ملازمت کی مصروفیات کے باعث بعض

اوقات میری بیوی کو مجھ سے یہ شکایت ہوتی ہے کہ میں اسے زیادہ وقت نہیں دے پاتا لیکن میں اسے قائل کر لیتا ہوں کہ محبت کی چاشنی کو زندہ رکھنے کے لئے مالی طور پر مضبوط ہونا بھی اہم ہے۔ بیشتر جھگڑوں کی بنیاد افلاس ہے۔ اسی طرح دیگر کسی بھی مسئلے پر جب ہمارا اختلاف ہوتا ہے تو ہم تحمل برداشت سے ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ میری بیوی نے آج تک مجھے کسی بات پر طعنہ دیا ہو۔ کبھی کوئی دل آزادی کی ہو یا ایسی بات جس سے تضحیک یا تذلیل کا احساس ہو۔ ہمارے دو بچے ہیں۔ ملازمت کی بنیاد پر میں والدین سے الگ رہتا ہوں۔ لیکن ہم چھ ماہ یا سال بعد گھر والوں کے پاس ضرور جاتے ہیں اور وہاں بھی سنہری یادوں کو رقم کر کے آتے ہیں۔ میری بیوی کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ وہ خود غرضی کا مظاہرہ نہیں کرتی اس نے کبھی میری ذات کو اپنی ملکیت خیال نہیں کیا اور نہ میں ایسا سمجھتا ہوں۔ میں وقتاً فوقتاً گھر والوں کو مالی سپورٹ بھی کرتا ہوں جس میں زیادہ تر ہاتھ میری بیوی کا ہوتا ہے۔ وہ میرے بہن بھائیوں کا خیال بالکل اسی طرح رکھتی ہے جیسے میں اس سے وابستہ لوگوں کا رکھتا ہوں مجھے کئی دفعہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کو کچل کر کسی اور کی خواہش کی تکمیل کرتی ہے وہ میری خوشی کے لئے قربانی دیتی ہے اور جس قدر اس کی قربانیاں بڑھتی جاتی ہیں میری محبت اس کے لئے اسی قدر وسیع ہوتی جاتی ہے۔ میرے خیال میں محبت کی شادی کامیاب زندگی کی ضمانت اسی صورت میں بن سکتی ہے جب دونوں فریق نہ صرف ایک دوسرے کا احترام کریں بلکہ ایک دوسرے سے وابستہ ہر رشتے کو مقدس اور قابل احترام کریں

ہو سکتا ہے کہ اگر میری بیوی کا رویہ میرے خاندان والوں سے اچھا نہ ہوتا یا میں اپنی بیوی کے رشتہ داروں کو اہمیت نہ دیتا اور اس کے جذبات کی قدر نہ کرتا آج ہم اتنی خوشگوار اور خوب صورت زندگی نہ گزار رہے ہوتے۔ بینک منیجر نے ہنستے ہوئے کہا کہ اکاؤنٹ بھی کھلوانا ضروری ہے میرے بینک میں نہیں بلکہ کسی بھی بینک میں۔ محبت کے اظہار کو یقین بخشنے کے لئے رقم بہت ضروری ہے۔

تجزیہ

محبت کی شادی کے دونوں متضاد پہلوؤں کا بغور جائزہ لینے کے بعد شاید اب بھی ہم کسی واضح نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں لیکن چند باتیں ضرور سامنے آتی ہیں اور وہ یہ کہ مجموعی طور پر ہمارے ہاں خاندانی نظام اور خواندگی کے کم تناسب کے باعث ابھی تک محبت کی شادی کو یہاں سند قبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ والدین بعض اوقات اولاد کی خواہش کے آگے مجبور ہو تو جاتے ہیں لیکن اس فیصلے کو تہ دل سے قبول نہیں کرتے اور اکثر حضرات اس معاملے میں جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں اپنی بیویوں کا اپنے عزیز و اقارب سے ناروا سلوک تو بہت نظر آتا ہے لیکن عزیز و اقارب کے رویے انہیں بہت معمولی دکھائی دیتے ہیں زیادہ تر زور بیوی پر دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں کو الگ الگ برابری کی سطح پر سمجھایا جائے اور بیوی کو بھی اعتماد میں لیا جائے تو صورتحال کو زیادہ سنگین ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ محبت کی شادی کی خرابی جو سب سے زیادہ نظر آتی ہے وہ توقعات پر پورا نہ اترنا ہے۔ اس کا بظاہر کوئی حل دکھائی نہیں دیتا لیکن لڑکی اور لڑکا جب شادی سے قبل محبت کے اس دور سے گزر رہے ہوں تو جذباتیت کے باوجود انہیں

حقائق پر نظر رکھنی چاہئے اور ان دعوؤں اور وعدوں سے گریز کرنا چاہئے جنہیں مستقبل میں عملی صورت دینا ان کے لئے ممکن نہ ہو۔ وہ ایک دوسرے سے اگر مخلص ہیں تو سچائی پر پردہ نہ ڈالیں۔ یہ چیز دونوں کے لئے آگے چل کر کسی بڑے نقصان یا پیچیدگی کا باعث بن سکتی ہے۔ لڑکیوں کو خاص طور پر اس معاملے میں زیادہ حقائق پسند ہونا چاہئے۔ وہ بہت تصوراتی ہوتی ہیں اپنے ذہن میں ایسی بیشتر باتیں بھی بٹھا لیتی ہیں جن کا عملی زندگی میں پورا ہونا اتنا آسان نہیں ہوتا اور پھر یہاں سے ہی اختلافات کا آغاز ہوتا ہے۔ لڑکے عام طور پر لڑکیوں کی نسبت زیادہ جلد باز واقع ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی زندگی کو زیادہ متوازن بنانے کا سوچنا چاہئے۔ انتہا پسندی ہر معاملے میں نقصان دہ ہوتی ہے۔ وہ شادی سے قبل اپنی معاشی ضروریات کو نظر انداز نہ کریں انہیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ صرف محبت سے پیٹ نہیں بھرتا ازدواجی زندگی سے بھرپور لطف اندوز ہونے کے لئے مالی طور پر مضبوط ہونا ضروری ہے۔ کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے ایک اور جو بڑی چیز سامنے آئی ہے وہ حالات کے مطابق خو کو ڈھالنے کا عمل ہے شادی پسند سے کی گئی ہو یا والدین کی رضامندی سے دونوں صورتوں میں خود کو نئے ماحول کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے اور اس کے لئے انہیں اپنے بیشتر احساسات کی قربانی بھی دینا پڑ سکتی ہے۔ بعض مرد بھی نئی ذمہ داریوں اور پابندیوں کو ذہنی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ اپنی سابقہ روش کو برقرار رکھتے ہیں انہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ زندگی اب پہلے جیسی نہیں رہی۔ دونوں فریقین کو چاہئے کہ وہ اپنی ہر بات کو حرف آخر خیال نہ

کریں۔ کوئی بہت سنجیدہ نوعیت کا مسئلہ ہو تو درمیان کا راستہ اختیار کریں تا کہ کسی ایک کو اپنے کمتر ہونے کا احساس نہ ہو۔ جہاں بھی دو ذہن ہوں گے اختلاف کبھی نہ کبھی اور کسی نہ کسی مسئلے پر سامنے ضرور آئے گا۔ لیکن اس دوران زیادہ تحمل، برداشت، حوصلے اور اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی دنیا میں ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس کا حل نہ ہو بقول شخصے مسئلے کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کا حل بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مسئلہ زیادہ لڑائی کا باعث بن رہا ہو اس پر بیٹھ کر غور کریں اور اس کے حل کے لئے ایک دوسرے سے مشورہ کریں اور آخری بات یہ کہ علیحدہ جیسا انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ دنیا میں ایسا ایک بھی شخص نہیں ہے جو ان کی ہر بات سے اتفاق کر سکے اور جس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہ ہو۔

اور پھر اس بات کی کیا ضمانت دی جا سکتی ہے کہ پہلا شخص اچھا ثابت نہیں ہوا تو دوسرا اچھا ثابت ہو گا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبت یا پسند کی شادی کامیاب زندگی کی ضمانت نہیں اصل چیز باہمی احترام، حسن سلوک اور آپ کا کردار و عمل ہے یہ جس قدر بہتر ہو گا زندگی کی کامیابی کے امکانات اتنے ہی بڑھتے جائیں گے۔ خوش رہنا ہے تو ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدر کیجئے۔

جیون ساتھی کے لئے عمر کا فرق

ایک ادھیڑ عمر یا بوڑھے مرد کے ہمراہ جوان و خوب صورت عورت کو دیکھ کر لوگوں کو کوئی تعجب نہیں ہوتا اور وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی رائے زنی کرنے کے بجائے اپنے معمولات زندگی میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن اگر ان ہی لوگوں کے سامنے کوئی کم عمر کا لڑکا یا مرد کسی ایسی لڑکی یا عورت کے ساتھ انہیں دکھائی دے جائے جو کہ اس سے عمر میں بڑی ہو تو لگتا ہے کہ تمام لوگوں کو اس بات کی خاص طور پر اجازت حاصل ہے کہ وہ اس لڑکے اور لڑکی کے بارے میں اپنی چھوٹی سوچ اور محدود نظریات کے مطابق رائے زنی کریں اور ایک ایسی بات کو جسے مذہب اور مذہب کو پھیلانے والوں نے خالق کائنات کے حکم سے جائز قرار دیا ہے ہر طرح سے ناجائز، غلط اور غیر مہذبانہ عمل (نعوذ باللہ) ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

اپنے سے چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کرنے والے عمر رسیدہ اور نفسانی خواہشات کے غلام مرد حضرات کے تمام ترعیبوں کے باوجود ہمارے معاشرے میں بسنے والے افراد (جن میں صرف کم پڑھے اور جاہل افراد شامل نہیں بلکہ پڑھے لکھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی شامل ہیں) انہیں ایسا کرنے میں حق بجانب سمجھتے ہیں اور اس بات کو ان کا ذاتی معاملہ قرار دے کر اس بارے میں کچھ

کہنے سننے سے انکار کردیتے ہیں۔ اگر یہی عمل کوئی بڑی عمر کی لڑکی یا عورت کرے تو ہمارے معاشرے میں رہنے والے افراد تمام تر طرز عمل سے یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اس عورت نے ایک بہت غلط حرکت کی ہے اور اس کی اس بات سے یہ نتائج اخذ کیے جانے لگتے ہیں کہ وہ لڑکی یا عورت اخلاقی طور پر دیوالیہ اور دیگر منفی باتوں میں مبتلا ہے، برائیوں کی جڑ ہے وغیرہ!

حرف آخر یہ کہ نیوکلیئر دور میں رہتے ہوئے کمپیوٹر جنریشن کا اعزاز حاصل کرنے کے باوجود ہمارے لوگوں کی سوچ اور تصورات کے روایتی اطوار میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ کسی سے اگر محبت کی تعریف کرنے کو کہا جائے تو یقیناً ہر انسان اپنے انداز میں اس کی تعریف کرے گا۔ کسی کے نزدیک محبت پا لینے کا نام ہے تو کسی کے نزدیک کھو جانے کا، کوئی محبت کو قربانی مانتا ہے تو کوئی سمجھوتہ اور کوئی سے کسی کو سمجھنے اور جاننے کا نام بھی دیتا ہے۔ ان تمام تر مختلف نظریات کے حامی ہونے کے باوجود لوگوں کی اکثریت اس بات پر متفق نظر آتی ہے کہ "محبت، کو کبھی بھی، کسی بھی زمانے میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود لوگ دولت اور سوسائٹی کے فرق کا محتاج نہیں پاسکے، محبت بس ہو جاتی ہے۔ جب اسے ہونا ہوتا ہے تو یہ ذات پات، اونچ نیچ اور دیگر دنیاوی رکھ رکھاؤ کو بالکل نظر انداز کردیتی ہے اور یہی بے نیازی "محبت" کو ہر دور میں ایک عجوبہ بنا کر رکھ دیتی ہے۔

محبت کی راہ پر چلنا کوئی آسان بات نہیں! ہر دور میں محبت کی ایک بیماری یا ذہنی خلجان سمجھنے والوں نے اسے اپنانے والوں کے ساتھ اپنا رویہ نہایت سخت اور

تکلیف دہ رکھا ہے۔ زمانہ گواہ ہے کہ محبت کے راستوں پر چلنے والے منزل پر پہنچنے کی جدوجہد میں اپنی راہ کی تمام مشکلات اور تکلیفات کو ہنستے ہنستے جھیل لیتے ہیں اور یا تو اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں یا پھر زندگی کا دامن چھوڑ کر دائمی زندگی میں ایک دوسرے کا ساتھ حاصل کر لیے ہیں، محبت کی صداقت پر یقین رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ ''محبت اگر سچی ہو تو اپنا راستہ خود بنا لیتی ہے۔ کسی بھی ریلیشن شپ کو کامیاب اور مثالی بنانے میں محبت کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

شادی جیسے اہم اور ضروری معاملے میں جہاں اس رشتے کو مضبوط اور پائیدار بنانے کے لئے ایک دوسرے پر اعتماد، ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور گھریلو ذمہ داریوں کو بانٹنا ضروری ہے وہیں اس رشتے کو ایک کبھی نہ ٹوٹنے والی مضبوطی دینے کے لئے دونوں فریقین کے درمیان محبت اور محبت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک دوسرے کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ ایسا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں میں سے ایک زیادہ پریکٹیکل ہونے کا ثبوت دے اور ہمیشہ بات چیت کے لئے راستے کھلے رکھے۔ اپنے لائف پارٹنر کا اعتبار حاصل کرنے کی کوشش کریں اور جب ایسا ہو تو پھر ہر ممکن طور پر اس کو قائم رکھیں۔ اس کے ساتھ ہی زندگی اور شادی میں ایک اور چیز کی بہت اہمیت ہے اور وہ ہے ''ایڈجسٹمنٹ!'' ریلیشن شپ کی نوعیت چاہے کچھ ہو اس کو برقرار رکھنے کے لئے بنیادی وجہ ایڈجسٹمنٹ کے لئے تیار رہنا ہے۔ بڑھتی عمر کے ساتھ آپ کی فیملی کے ساتھ آپ کے تعلقات پھر شادی کے بعد آپ کے شریک حیات کے ساتھ آپ کا تعلق یقیناً مکمل طور پر منحصر ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یہ بات

یاد رکھیں کہ ایسا کرنے والا صرف ایک ہی فریق کافی نہیں دونوں فریقوں کا مختلف معاملات پر ایڈجسٹمنٹ کے لئے تیار رہنا ایک خوشگوار ازدواجی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ "It Takes Two To Tangc!"

ایک آدمی کے لئے اپنی عمر سے چھوٹی اور بعض اوقات تو آدھی عمر تک کی لڑکی یا عورت کو شادی کے لئے پروپوز کرنا عام سی بات تصور کی جاتی ہے لیکن اگر یہی معاملہ کسی عورت کے ساتھ ہو تو اس معاملے کی حساسیت میں بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر عورت کی بڑی عمر اور اس کی ڈھلتی خوب صورتی کے بارے میں ہر ایک اپنے خدشات کا اظہار کرنا اپنا بنیادی حق تصور کرتے ہوئے جو منہ میں آئے وہ کہتا ہے۔ اسی معاشرتی رویے کو مد نظر رکھتے ہوئے اکثر و بیشتر تھوڑی بڑی عمر کی لڑکیاں یا عورتیں اپنے سے کچھ سال چھوٹے مرد کی جانب سے کی جانے والی ایسی تمام باتوں کو یکسر نظر انداز کر دیتی ہیں جو یہ بات واضح کرتی ہیں کہ وہ مرد ان میں دلچسپی لے رہا ہے اور پوری سنجیدگی کے ساتھ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ بعض خواتین کو یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ مرد انہیں استعمال کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ان (خواتین) کے جذبات سے زیادہ ان کی ذاتی اغراض کی اہمیت ہوتی ہے۔ دیکھا جائے تو خواتین کا ایسا سوچنا کچھ غلط بھی نہیں ہے کیونکہ کچھ لوگ واقعی اس طرح کے "ODD" تعلقات صرف اور صرف ذاتی اغراض کے حصول کے لئے قائم کرنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں اس کے علاوہ خواتین کی ایک قابل ذکر تعداد

اس بات سے بھی خوفزدہ رہتی ہے کہ اپنے سے چھوٹی عمر کے مرد سے شادی کرنے کے بارے میں وہ معاشرے میں بسنے والے دوسرے افراد اور اپنے رشتے داروں کو کس طرح بتائیں گی؟ کیا معاشرے اور اس میں رہنے والے ان کے اپنے ان کے اس تعلق یا رشتے کو قبول کرلیں گے؟ حالانکہ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ اس رشتے یا تعلق کو تسلیم نہ کیا جائے۔

زندگی میں ہم سب ہی غلطیاں کرتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ جب ہمیں اپنی غلطی گزرنے کا احساس ہوتا ہے تو ہم اپنی غلطی کو سدھارنے کی کوشش کرکے اس غلطی کا بھرپور انداز میں ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود صرف اس وجہ سے کہ "چھوٹی عمر کے مرد سے شادی کی جائے گی تو لوگ کیا کہیں گے؟ وغیرہ کی اچھے، مخلص اور میچور شخص کو ٹھکرا دینا ایک ایسی غلطی ہے جس کے ہونے کا احساس ایسی گزرتی عمر کے کسی حصے میں اگر محسوس ہو جائے تو سوائے تکلیف اور درد کے احساس کو بڑھا دینے کے ساتھ اکیلے پن کی اذیت کو بڑھا دینے کا سبب بنتا ہے کہ جب سب کچھ ہمارے خود کے اختیار میں تھا تو پھر کیوں ہم نے اس اختیار کو غلط استعمال کیا؟ خود سے آدھی اور اکثر و بیشتر آدھی سے بھی کم عمر کی لڑکیوں سے شادی کرنے والے عمر رسیدہ مرد حضرات اپنے اور غیروں کو اپنے ایسا کرنے کے بارے میں رائے دینے کا زیادہ حق نہیں دیتے نہ ہی وہ اس بات کو کوئی خاص ایشو سمجھتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے معاملات زندگی کو جاری رکھتے ہیں۔ انہیں اپنے ایسے عمل پر جس کی بدولت وہ بعض اوقات غریب لڑکیوں کے والدین کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان سے

شادیاں کر لیتے ہیں کوئی شرمندگی نہیں ہوتی اور وہ ایسا کرنے پر خود کو ہمیشہ صحیح تصور کرتے ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ جب یہی صورتحال کسی عورت کے ساتھ پیش آتی ہے جس میں وہ زبردستی یا کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے بغیر اپنے سے کم عمر کسی مرد کی محبت اور خواہش کے جواب میں اس سے اپنا تعلق جوڑتی ہے تو معاشرہ، معاشرے میں بسنے والے افراد کی رائے اور اپنوں، بیگانوں کے شکوے، خدشات ایک عورت کے دماغ میں بسیرا کر لیتے ہیں اور اسے اپنی خود کی زندگی کے لئے ملنے والی خوشیوں کے حصول سے روک لیتے ہیں؟ دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی تمام باتیں معاشرے میں برسوں سے رائج ان اصولوں کے دباؤ کے تحت عورت محسوس کرتی ہے جن میں اسے خاص طور پر معاشرے میں جاری روایات، خاندان کی عزت اور عورتوں سے متعلق مخصوص حدود کا پابند رہنے کی بچپن سے تلقین کی جاتی ہے۔ اس سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ ہر بار وہی قربانی دے اور دوسروں کی خوشیوں کے لئے اپنی ذات کی خوشیاں اور وہ اطمینان زندگی بھر تلاش کرتی رہے جو کہ قدرت نے یوم پیدائش سے زندگی کے آخری دن تک اس کو بخش دیا ہے۔ مگر معاشرتی پابندیاں اسے ان خوشیوں اور اطمینان سے ہر لمحہ دور بلکہ بہت دور رکھتی ہیں اس لئے ایسی صورتحال کا سامنا ہونے پر خواتین اکثر انہی خود ساختہ باتوں کے دباؤ میں آ کر زندگی میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے والی خوشیوں کو نظر انداز کر دیتی ہیں جو کہ کسی طور پر بھی درست نہیں۔ قدرت نے ہمیں یہ زندگی خوشیوں کے ساتھ مالک دو جہاں کا شکر ادا کرنے کے لئے عطا کی ہے اب بھلا ایسے میں دنیا میں رہنے والے

انسانوں کی جانب سے خودساختہ طور پر بنائے گئے ایسے قوانین جو کہ خود اللہ اور نبی کریمؐ کے احکامات کے سراسر منافی ہیں کو خود پر کیوں مسلط کیا جائے؟

بعض افراد کے مطابق چھوٹی عمر کے مرد کا بڑی عمر کی عورت سے شادی کرنا اولاد کے حوالے سے باعث فکر ہو سکتا ہے اس لئے وہ ایسے رشتے کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کی بات کو مان لیا جائے تو تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق ان دنوں تو اکثر و بیشتر نوجوان لڑکیوں کو بھی اولاد کے معاملات میں مختلف پیچیدگیوں کا سامنا ہو جاتا ہے اور ایک قابل ذکر تعداد بالکل صحیح عمر میں شادی ہو جانے کے باوجود بعض وجوہات کی بدولت اولاد جیسی نعمت سے محروم رہ جاتی ہیں اور یہ معاملہ صرف لڑکیوں تک ہی محدود نہیں بلکہ مرد حضرات بھی مختلف مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں صرف اس بات کو بنیاد بنا کر کہ بڑی عمر کی عورت میں تولیدی عمل کا ہونا نقصان دہ ہو سکتا ہے یا وہ اس سے متعلق دیگر معاملات میں خطرات سے دوچار ہو سکتی ہے اس کے ساتھ اس حوالے سے زیادتی کرنا سراسر غلط ہے۔

ایک حالیہ سروے میں مڈل اپر کلاس (معاشی طور پر قدرے مستحکم) مرد حضرات (خاص طور پر بیچلرز) سے جب یہ سوال پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے سے بڑی عمر کی عورت یا لڑکی سے شادی کرنے میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں؟ اکثریت کا جواب تھا ''اگر وہ کسی ایسی عورت سے محبت کرتے ہیں جو ان سے عمر میں بڑی ہے تو پھر ان کے لئے یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں کہ وہ جس عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں وہ ان سے عمر میں بڑی ہے!'' اسی سروے کی مزید

تفصیلات کے مطابق مرد اور عورت کی عمر میں 5 سے 6 سال کا فرق با آسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور مرد حضرات سے 6 سال بڑی عورت سے شادی کرنے کے بارے میں یہ سوچنے کو تیار نہیں کہ وہ ان سے چند سال بڑی ہے۔ اس کے باوجود اس بارے میں جب بڑھتی عمر کے ساتھ عورت کے جسم میں ہونے والی بائیولوجیکل تبدیلیوں کی بدولت تولیدی عمل کے ست یا متاثر ہونے کے حوالے سے بات کی گئی تو اکثریت کا جواب یہی تھا کہ "اگر دونوں فریق اس حقیقت کو خوش اخلاقی سے سمجھنے اور کسی بچے کو ایسی خاص صورتحال میں گود لینے کو تیار ہیں تو یہ بات بھی اس قدر اہمیت نہیں رکھتی کہ انسان صرف اسی وجہ سے ایک اچھا جیون ساتھی منتخب کرنے سے انکار کر دے۔"

عام طور پر عورتوں کا خیال ہے کہ ازدواجی رشتے کو برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کی سب سے بڑی وجہ فیملی پریشر ہوتا ہے۔ یہ پریشر اس صورت میں اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے کہ ایک تو لڑکا جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتا ہو اور اپنے فیملی ممبرز کو اپنی ازدواجی زندگی میں دخل اندازی کرنے دیتا ہو، ساتھ ہی اپنی بیوی کی جائز بات پر بھی اس کا ساتھ نہ دے۔ دوسرے لڑکا اپنی فیملی کے بزنس پر انحصار کرتا ہو اور اسی بزنس کی بدولت اپنی معاشی ضروریات پوری کر رہا ہو۔ ایسی صورت میں بھی لڑکا دیگر فیملی ممبران کے دباؤ میں رہتا ہے۔ تیسرے لڑکا، لڑکی کو بار آور کرانے کی کوشش کرنے لگے کہ اس نے اس کے ساتھ شادی کر کے اس پر احسان کیا ہے اور پھر خاموش بیٹھ کر دوسروں کو یہ کہنے کا موقع دینے لگے "اس نے لڑکے کو پھانس لیا تھا" لڑکا یا لڑکی صرف اور صرف ذاتی اغراض کی تکمیل کے

لئے ایک دوسرے سے شادی کریں۔ اگر دونوں فریق میں سے کوئی بھی خود پر کئے جانے والے اعتماد کو خراب کرے تو پھر یہ خوب صورت رشتہ ایک ایسی صورت حال کا شکار ہو جاتا ہے جس میں خواب بکھر جاتے ہیں اور آرزوئیں خاک میں مل جاتی ہیں۔

شادی کے بارے میں کئے جانے والے ایک حالیہ سروے میں مردوں اور عورتوں دونوں نے ہی اس بات کی ضرورت پر زور دیا ہے کہ ازدواجی زندگی میں میاں اور بیوی دونوں کو ہر طرح کی صورتحال میں ایک دوسرے کا بھرپور ساتھ دینا چاہئے۔ خاص طور پر اس وقت جب حالات و واقعات ان کے خلاف ہوں اس کے ساتھ ہی دونوں فریقوں کو چاہئے کہ وہ معاشی طور پر خود کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اپنے سے بڑی عمر کی عورتوں سے شادی کرکے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے والے چند شوہروں اور ان کی بیویوں سے جب ہم نے اس حوالے سے بات کی تو انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی کی کامیابی کے بارے میں کچھ یوں اظہار خیال کیا۔

54 سالہ عالیہ اور 34 سالہ علی جو کہ ایک "ODD" کپل ہونے کے باوجود بہت شاندار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں نے کہا۔ "زندگی میں کیا جانے والا ہر کام ایک قسم کا جوا ہے۔ اس لئے اگر آپ کسی سے پیار کرتے ہیں تو پھر بغیر شرائط کے اس شخص کو پیار کریں۔" عالیہ کا کہنا ہے کہ میں جانتی ہوں کہ اس عمر میں، میں ماں نہیں بن سکتی لیکن علی کو اس بارے میں کوئی شکایت نہیں ہے۔ شادی سے پہلے ہم دونوں نے ہر موضوع پر نہایت تفصیل سے تبادلہ خیال کیا تھا

اوراس کے بعد باہمی رضامندی سے شادی کا فیصلہ کیا تھا۔ ہمیں اپنے اس فیصلے پر بے حد خوشی ہے۔

لائقہ جو کہ 45 سال کی عمر میں بھی نہایت گریس فل شخصیت کی مالک ہے اس نے وجیہہ شخصیت کے مالک 40 سالہ حسن سے 10 سال قبل شادی کی تھی یہ دونوں آج بھی ایک مثالی ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں، لائقہ اور حسن کی ملاقات ایک شادی کی تقریب میں ہوئی تھی جس کے چند ماہ بعد انہوں نے شادی کرلی تھی۔ اپنی شادی کے بارے میں دونوں کا کہنا ہے "ہم بس ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو گئے تھے، لگتا ہے جو بھی ہوا تھا بالکل صحیح ہوا تھا یا شاید ہماری "قسمت" میں اسی طرح ملنا لکھا تھا۔ اپنی 10 سالہ ازدواجی زندگی میں ہمارے درمیان کبھی کوئی بڑا یا قابل ذکر اختلاف نہیں ہوا۔ ہمارے خیال میں زندگی میں مسائل پیدا ہی اس وقت ہوتے ہیں جب آپ انہیں اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ شادی سے قبل میں صرف ایک بات کے بارے میں فکرمند تھی اور وہ یہ تھی کہ میں ایک طلاق یافتہ عورت تھی جس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ حسن کی فیملی اس بات پر اعتراض کرسکتی تھی لیکن حسن چونکہ ایک بااعتماد اور مضبوط قوت ارادی کا مالک شخص ہے اس لئے اس معاملے میں بھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ حسن کو شروع دن سے معلوم تھا کہ اسے کیا چاہئے! آج لائقہ حسن کی فیملی کی بہت چاہی جانے والی بہو ہے۔"

شادی سے پہلے ملاقات کرنے کے بارے میں حسن نے بتایا "لائقہ اس بارے میں بہت محتاط تھی کہ شادی سے قبل جب ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش

کررہے تھے تو وہ چاہتی تھی کہ کم سے کم لوگوں کو ہمارے بارے میں معلوم ہو۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اس بارے میں بالکل پریشان نہ تھا۔ لائقہ کا اس بارے میں کہنا ہے "اس وقت میرے محتاط رویے کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی زندگی کے پہلے تلخ تجربے کے بعد ہر چیز نہایت سوچ سمجھ کر کرنا چاہتی تھی اور دوبارہ کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں اپنی ریلیشن شپ کو پرسنل لیول پر ڈیلویپ کرنا چاہتی تھی دوسروں کے نظریات یا اندیشوں پر نہیں۔"

لائقہ کے پہلی شادی سے ہونے والے بیٹے کا جو کہ اس وقت 18 سال کا ہے کہنا ہے "میرے خیال میں ان دونوں نے شادی کرنے کے بارے میں جو فیصلہ کیا وہ بہترین تھا اور ان دونوں کو پورا حق تھا کہ وہ اپنی زندگی کے لئے بہترین فیصلہ کرتے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان دونوں نے ایک اچھا فیصلہ کیا۔" اس وقت لائقہ کے حسن سے شادی کے بعد دو بیٹے اور ہیں اور پانچ افراد کی یہ فیملی نہایت خوشگوار زندگی گزار رہی ہے۔

41 سالہ سائرہ جس نے 32 سالہ عمیر سے شادی کی ہے ایک انجوائے ایبل ازدواجی زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہی ہے۔ اسی طرح 48 سالہ مصباح اور 39 سالہ جاوید بھی نہایت خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے فیصلے پر بے حد خوش ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی سال گزر جانے کے باوجود آج بھی ان کے تعلق میں پہلے دن والی گرم جوشی قائم ہے۔

عالیہ جو کہ دیکھنے میں علی سے قدرے بڑی نظر آتی ہے کا کہنا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ بیوی کا شوہر سے بڑا نظر آنا بعض لوگوں کی نظر میں اہمیت رکھتا

ہے۔علی سے شادی کے بعد ابتداءمیں، میں خود بھی کچھ عرصے اس بارے میں کچھ الجھی رہی تھی کیونکہ میں اپنی تمام تر فٹنس اور سلم باڈی کے باوجود علی سے بڑی لگتی تھی علی کا پروفیشن ایسا ہے جہاں اس کی ملاقات خوب صورت خواتین سے مسلسل رہتی ہے لیکن اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اس بارے میں علی پر مکمل اعتماد ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج میں پہلے سے زیادہ مطمئن اور خوش ہوں۔علی اس بارے میں کہتا ہے "میرے نزدیک Looks سے زیادہ انسان کی پرسنالٹی کا تعلق ہے تو میرے خیال میں عالیہ کی پرسنالٹی اگر بہت بہترین نہیں تو ایسی بری بھی نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے۔"

اسی طرح کاملہ جو کہ اپنے شوہر خرم سے بڑی دکھائی دیتی ہے کا کہنا ہے "میں جانتی ہوں کہ میں خرم سے بڑی دکھائی دیتی ہوں، لیکن یہ بات خرم کے لئے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی اور جب خرم کو اس بات کی فکر نہیں تو پھر بھلا میں کیوں کروں؟"

28 سالہ اعظم جس کی بیوی کی عمر 37 سال ہے کا کہنا ہے "ہر انسان گزرتے وقت کے ساتھ بوڑھا ہوتا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہیں ہے۔اگر کوئی شخص کسی عورت کی طرف سے صرف اس کی ظاہری خوب صورتی کی وجہ سے دیکھتا ہے یا اسے اہمیت دیتا ہے تو وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن پیار نہیں۔ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک پرفیکٹ کپل جو کہ عمر میں ایک دوسرے سے زیادہ فرق کا حامل نہ ہو شادی کے بعد کسی حادثے کا شکار ہو جائے اور ان میں سے کسی ایک کی خوب صورتی ختم ہو جائے یا متاثر ہو جائے

تو کیا ایسی صورت میں دوسرے پارٹنر کو کسی نئے خوب صورت فرد کی تلاش شروع کر دینی چاہیے؟ نہیں بالکل نہیں!

میرے نزدیک عمر کا فرق کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ جو چیز میرے نزدیک ایک اہم ہے وہ ہے میرے احساسات اور وہ محبت جو میں اور میری بیوی ایک دوسرے کے لئے محسوس کرتے ہیں۔"

محبت بہت ساری چیزوں کا ملغوبہ ہے جس میں ایک دوسرے کا احترام حقیقت پسندی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے تیار رہنے کی عادت معنی رکھتی ہے۔ اگر یہ تمام باتیں اپنی جگہ مناسب انداز میں موجود ہیں تو ایک کامیاب، خوشگوار اور مثالی ازدواجی زندگی نہایت سہل انداز میں گزاری جا سکتی ہے جس میں شریک حیات میں سے کوئی بھی بڑا یا چھوٹا ہو سکتا ہے۔